عمران سیریز

عمران سیریز کا ایک حیرت انگیز سسپنس سے

لبریز ناول

عمران کا اغواء

ابے قریشی

ناشر

حفیظ سنز اردو بازار لاہور

ناشر ...... حفیظ سنز اردو بازار۔ لاہور

مطبع .... منظور پرنٹنگ پریس اردو بازار لاہور

بار اول ..... نومبر ۱۹۸۰ء

تعداد ۱۱۰۰

قیمت :- ۶/۵۰ روپے

حفیظ سنز اردو بازار۔ لاہور

سلیمان ، اے او سلیمان

عمران نے ایک طویل جمائی لے کر چیختی ہوئی سی آواز نکالی۔

"آیا سر! — ذرا کافی سلیکٹ کر لوں!" سلیمان کی آواز بھی اپنے باس سے کسی طرح کم نہ تھی۔ وہ بھی اسی انداز میں بولا تھا۔ عمران اس کا طویل انتظار کرنے لگا۔ حضرت پورے پانچ منٹ بعد وارد ہوئے۔

"اے او سلیمان کے بچے کب سے چیخ رہا ہوں — اور تم نے اب ایک گھنٹے بعد اتنی خوبصورت شکل دکھائی ہے!" سلیمان کا منہ بن گیا۔ جیسے اس نے کڑوی کسیلی دوا حلق میں انڈیل لی ہو۔

"سر! — عجیب بات ہے۔ پانچ منٹ ایک گھنٹے میں تبدیل کر دیئے ہیں۔ یوں ہی آپ نے آسمان سر پر اٹھا لیا ہے سر!"

عمران نے اسے گھورتے ہوئے چٹکی بجائی اور پھر ایک طویل جمائی لی۔ اور کہا۔

"کیا کافی سلیکٹ کر لی ہے —"

"یس سر!" اس نے ادب، احترام اور مستعدی سے کہا۔

"جاؤ پھر بھاگ کر ایک کپ کڑوی کسیلی کافی لے آ—"

"صاحب!—" سلیمان مسکین سی صورت بنا کر بولا" کچھ روپے درکار ہیں!—"

"ہائیں!—" عمران دھاڑا "تمہیں روپے درکار ہیں!—"

"صاحب!— اپنے لئے تو نہیں!—"

"اور کس کے لئے!—"

"جناب کے باورچی خانے کے لئے!—"

"اوہو!— یہ لو!—" عمران نے اسے چند نوٹ دیئے اور کہا۔ اب یہ نوٹ کسی بھگیارن کو نہ دے دینا!—"

"صاحب!—" سلیمان نے ا... ... کہا" آپ کے نازنخروں سے ہی فرصت نہیں ملتی پھر میں کسی کو کیا لفٹ دوں گا!—"

عمران نے حیرت سے آنکھیں پھاڑ دیں۔

"یہ انگریزی کب سے سیکھ لی!—"

"جب سے آپ جیسے صاحب کے ساتھ رہنے کا موقع ملا ہے!"

عمران نے ایک زوردار قہقہہ لگایا—

"اہا ہا ہا— اوہو ہو!—"

سلیمان ہونقوں کی طرح دیدے پھاڑ پھاڑ کر عمران کو دیکھنے لگا— عمران ایک دم سنجیدہ ہو گیا— اور چلایا—

"ابے جاتا ہوں یا دوں ایک چپت!—"

سلیمان فوراً سیریس ہو گیا۔ اور بگولے کی طرح کچن کی طرف چل دیا۔ وہ تھوڑی دیر کے بعد کافی لے کر آ گیا۔ عمران نے برا سا منہ بنا کر کہا—

"ایسے یہ کافی بنائی ہے باس"

"سر کیا یہ کافی نہیں ہے باس" سلیمان نے ادب سے کہا۔

"واقعی کافی ہے باس" یہ کہہ کر اس نے پیالی اس کی طرف بڑھا دی۔ اور چلایا

"ایک کڑک چائے بنا کر لاؤ باس"

"سر باس" وہ بہت ہی سنجیدہ ہو کر بولا۔

"ابھی کوئی مرغی کڑک نہیں ہے باس"

"ایسے کڑک چائے لاؤ۔ کڑک چائے باس" سلیمان نے دیکھا کہ عمران غیظ و غضب کا شاہکار بن گیا ہے۔ اس لئے اب اس نے جانے میں ہی عافیت سمجھی باس۔ میں تھوڑی دیر کے بعد کڑک چائے بنا کر لے آیا۔ چائے پی کر عمران نے اس کی تعریف کی۔ اور سلیمان خوشی سے منہ بناتا اندر چلا گیا۔ اور عمران سوپر فیاض کو فون کرنے کے لئے اپنے تدیم پرائیویٹ روم کی طرف آ گیا۔

کاروں کے انجنوں کی آوازیں رات کی تاریکی پر چھائے ہوئے سناٹے کی آواز کو قطع کر رہی تھی۔ کاریں تیزی سے بھاگی جا رہی تھیں ان کا رخ ایک شاندار عمارت کی طرف تھا۔ وہ عمارت پرائم منسٹر کے تصرف میں تھی۔ پرائم منسٹر ہاؤس میں مہمان وزیر اعظم اور ان کے خاص مہمان نیند کی گہرائیوں میں ڈوبے ہوئے تھے۔ گارڈ کے جن کے پاس بندوقیں تھیں۔ شاندار عمارت کی رکھوالی کر رہے تھے۔

آنے والوں کی کاریں تاریکی میں ایک طرف کھڑی کر دیں۔ اور خود گردیوں میں تقسیم ہو گئے۔ مگر اس کا رخ پرائم منسٹر ہاؤس کی طرف تھا۔

گارڈ ہوشیار کھڑے تھے۔ مگر جیسے ان نقاب پوشوں کو ان کی زیادہ پرواہ نہ تھی۔ ایک نقاب پوش نے جیب سے سٹیل کا چمکتا ہوا ایک آلہ نکالا۔ اس کے آگے سے کلپ سرکایا۔ یکایک اس میں سے دھواں نکلنے لگا۔ وہ دھواں چوکیداروں کی طرف جانے لگا۔ وہ بے ہوش کر دینے والی گیس تھی۔ اس لئے وہ چوکیدار بے ہوش ہو گئے۔ اب نقاب پوش بے فکری سے اندر داخل ہو گئے۔ یہاں بھی انہوں نے اسی گیس سے کام لیا۔ اور گارڈ بھی بے ہوش ہو گئے۔

اب نقاب پوشوں کے سامنے کوئی رکاوٹ نہ تھی۔ اور وہ بے فکری سے آگے بڑھنے لگے۔ مگر وہ اس بات سے لاپرواہ تھے کہ ایک سایہ ان کے پیچھے چل پڑا ہے۔ وہ صحن عبور کر کے برآمدے میں آ گئے۔ وہ چار نقاب پوش تھے۔ اب وہ نقاب پوش ایک کمرے میں داخل ہو گئے۔ اس کمرے سے نکل کر وہ دوسرے کمرے میں پہنچ گئے۔ جس کی تلاش میں وہ آئے تھے۔ وہ اندر موجود تھا۔

وہ گیسٹ پرائم منسٹر تھا۔ وہ ایک خوبصورت اور باوقار ہستی تھی۔ چاروں نقاب پوش اس کے بیڈ کے گرد کھڑے ہو گئے۔ وہ سایہ بھی ان کے پیچھے آ کر کھڑا ہو گیا تھا۔ جیسے ہی ایک نقاب پوش نے مہمان پرائم منسٹر کو قتل کرنے کے لئے پستول نکالی۔ سائے نے گرجدار آواز بلند کیا۔

"خوب تو ارادے ہیں۔"

وہ ایک دم گھومے اور سائے کے ہاتھ میں چمکتا ہوا پستول دیکھ کر ان کے ہاتھ نیچے ہو گئے۔ انہیں حیرت نہ ہو رہی تھی کہ وہ اپنے پستولوں

والے ہاتھ اٹھالیں ۔۔ سائے کی زہریلی آواز گونجی ۔۔

"سامنے کھڑے ہو جاؤ"

انہوں نے اس کے حکم کی تائید کی اور ایک قطار میں جاکر کھڑے ہو گئے۔

یکایک فضا میں عجیب سی چیخوں کی آواز ابھری ۔ وہ چونک گئے ۔ اور ان چیخوں کی آواز سن کر گیسٹ وزیراعظم بھی جاگ گئے۔ انہوں نے متحیرانہ انداز میں اپنے سامنے کا منظر دیکھا۔ مگر گھبراہٹ اور خوف کا ذرا سا پرتو بھی ان کے چہرے پر نہ ابھرا۔ اسی لمحے ملٹری کے چند نوجوان اسلحہ بردارانہ اندر داخل ہوئے۔ ان کے ساتھ صفدر، چوہان اور صدیقی بھی تھے۔ انہوں نے فوراً ہی ان چاروں نقاب پوشوں کو جکڑ لیا۔ وہ اپنے وزیراعظم کے ساتھ فوجی جوانوں کے بھیس میں آئے تھے ۔۔

ہال میں کافی لوگ جمع تھے۔ شاید کانفرنس ہو رہی تھی۔ ہال کے باہر پہرے کا خاطر خواہ انتظام تھا۔ وہ سب اسلحہ بردار تھے۔ صفدر، عمران، چوہان اور صدیقی ملٹری کے جوان بنے ہوئے گھوم رہے تھے۔ ان کی نظریں ماحول کا جائزہ لے رہی تھیں۔ وہ ہوشیار اور چوکنے تھے۔ وہ جانتے تھے کہ پرائم منسٹر کو قتل یا اغواء کرنے کی کوشش کی جا چکی ہے۔ اب وہ پرائم منسٹر کو کسی خطرے میں نہ پڑنے کے متعلق سوچ رہے تھے۔

یکایک ان کے قریب سے ایک غیر ملکی گزرا۔ عمران نے کہا۔

"ہیلو ۔۔ سارس ۔۔ ہم سے تعارف تو حاصل کر لو ۔۔"

"اوہ! ۔۔ آپ مجھے اچھی طرح جانتے ہیں! ۔۔ پھر تعارف کی کیا ضرورت ہے۔ جاسوسوں سے کوئی بات پوشیدہ رہ سکتی ہے بھلا ۔۔"

عمران نے بمشکل اس طنز کو برداشت کیا ۔۔ چند لمحوں کے بعد

صفدر بھی وہیں آگیا — عمران نے اس کی طرف دیکھ کر کہا "تشریف لائیے میجر صاحب!—"

وہ فوج کے عہدوں میں تھے - ایک خاص مقصد سے انہیں یہاں لایا گیا تھا۔ پرائم منسٹر بھی اسی لئے یہاں مہمان بنے تھے ۔ مہمان وزیر اعظم کی آمد کی تعریف کی گئی - پھر ان کے درمیان بھائی چارہ پیکٹ ہوا - اور دونوں طرف سے دستخط کر دیئے گئے —

دوپہر کا کھانا کھایا گیا - پھر مہمان وزیر اعظم کو کار میں گھمایا گیا - کار کے اوپر دو آئینے لگے ہوئے تھے ۔ جن کو دیکھ کر صفدر، چوہان اور صدیقی حیران رہ گئے - ان آئینوں میں تمام نظارہ صاف دکھائی دے رہا تھا - شہر کی آرائش کی گئی تھی اور لوگ مہمان وزیر اعظم کا استقبال ان کی شان کے مطابق کر رہے تھے - اور تمام مناظر کار کے اوپر لگے ہوئے آئینوں میں دکھائی دے رہے تھے ۔

انہیں خوب گھمایا گیا ۔ جب وہ واپس ہو رہے تھے تو اچانک ایک چیخ فضا میں گونجی - اور پرائم منسٹر کے قریب بیٹھا ہوا ایک سیف گارڈ لڑھک کر دوسری طرف گرا - اس کے سینے سے خون کا فوارہ ابلنے لگا تھا۔ ایک اور حادثہ ہو گیا - کوئی نوجوان چھت پر کھڑا تھا - اسے گولی لگی اور وہ نیچے آ رہا - لوگوں میں بھگدڑ مچ گئی - خوف و ہراس کا سماں پیدا ہو گیا - مگر تھوڑی دیر کے بعد فوج نے حالات پر قابو پا لیا - اور کار کے بلٹ پروف شیشے چڑھا دیئے گئے ۔

جو نوجوان گولی کھا کر چھت سے گرا تھا - اسی ملک کا باشندہ تھا۔ جس بلڈنگ کی چھت سے وہ گرا تھا اس بلڈنگ کو گھیرے میں لے لیا گیا ۔

اور پوری توجہ سے اس بلڈنگ کا جائزہ لیا جانے لگا۔ آخرکار وہاں سے ایک سے ایک بندوق جس پر سائیلنسر چڑھا ہوا تھا۔ برآمد ہوئی۔ مہمان وزیراعظم پر یہ دوسرا قاتلہ حملہ تھا۔ اس ملک کے وزیراعظم کچھ دل برداشتہ اور پریشان نظر آرہے تھے۔

بالآخر دوسرے دن یہ وفد جو وہاں خیرسگالی کا معاہدہ کرنے آیا تھا طیارے میں بیٹھ کر واپس ہوا۔ ان کی حفاظت کے لئے کتنے ہی جنگی طیارے تھے۔

آخرکار ان کا طیارہ اپنے ملک کی ایئرپورٹ پر لینڈ ہوا۔ وہاں کافی ہجوم تھا۔ لوگ خوشی سے بے قابو ہوکر ملک کے وزیراعظم کا استقبال کرنے کے لئے آئے تھے۔ ایئرپورٹ پر جولیا، نعمانی اور تنویر بھی تھے۔ جیسے ہی جولیا کی نظر عمران پڑی وہ گلاب کے پھول کی طرح کھل اٹھی۔ مگر اس سے قطع نظر آیا۔ تنویر کو بہت برا لگا۔ اور وہ منہ بنا کر رہ گیا۔

غیرملکی سارس ایئرپورٹ سے باہر آیا۔ صفدر اس کے پیچھے آیا۔ مگر ہوٹل لوزنا میں آکر وہ اس کی نظروں سے اوجھل ہوگیا۔ صفدر کاؤنٹر کلرک کے پاس آگیا۔ اس نے کہا۔

"ایک غیرملکی یہاں آیا تھا۔۔۔"

اس نے اسے گھور کر کہا۔

آپ پہلے آدمی ہیں جو اس وقت مجھے نظر آرہے ہیں۔

"تو کیا تمہیں میرے علاوہ ابھی تک کوئی اور نظر نہیں آیا!۔۔۔"

اس نے ہنس کر کہا

"بالکل نہیں جناب!۔۔" صفدر اسے گھورتا ہوا باہر آگیا۔ اور پورٹیکو کی طرف دیکھا۔ وہاں سے کار بھی غائب تھی۔ وہ پریشان سا ہوکر واپس ہولیا۔

اب اس کا رخ اپنے فلیٹ کی طرف تھا سیکرٹ سروس کے دوسرے ممبر بھی اپنے اپنے فلیٹ جا چکے تھے۔

صفدر جب ہوٹل سے چلا گیا۔ تو دوبارہ اپنی کار میں غیر ملکی وارد ہوا۔ اب اس نے بھیس بدل رکھا تھا۔ اب وہ امریکن دکھائی دے رہا تھا۔ اس نے کار میں ہی بھیس بدل لیا تھا۔ وہ غیر ملکی سارس تھا۔ جو بھیس بدلنے میں ماہر تھا۔ اسی لمحے ایک ساتھی بھی اس سے آن ملا۔ اب وہ دو ہو گئے تھے۔ دونوں ہی امریکن لگ رہے تھے۔ شاید اس کا دوسرا ساتھی بھی امریکن بھیس میں تھا۔ اس نے اپنے ساتھی کو کنگ کہہ کر مخاطب کیا تھا۔ اب وہ دونوں سارس اور کنگ کونٹر کی طرف آئے۔ اور انہوں نے ایک سیلون بک کرایا۔ پھر وہ وہاں آ گئے۔ جب ان کا سامان رکھا جا چکا۔ تو انہوں نے کھانے کا آرڈر دیا۔ کھانا کھانے کے بعد سارس نے کنگ سے کہا

"تم یہیں رہو۔ ہوشیار رہنا۔ میں جلد ہی لوٹ آؤں گا۔"

"او کے باس" کنگ نے کہا۔ اور معنی خیز انداز میں مسکرا دیا۔ سارس پورٹیکو میں آیا۔ اور اپنی کار لے کر چلا گیا۔ اس کے جانے کے چند لمحوں بعد دروازہ کھٹکھٹایا۔ کنگ نے پستول سنبھال کر دروازہ کھولا۔ سامنے بیرا کھڑا تھا۔ اس نے پوچھا۔

"کیا ہے؟"

"یہ آپ کے لئے ایک خط ہے باس" بیرے نے ادب سے کہا۔

"کون دے گیا ہے؟" اس نے متعجبانہ انداز میں پوچھا۔

"کوئی صاحب دے گئے ہیں باس"

وہ حیران تھا کہ اسے یہاں کون جانتا ہے۔ یہ خط کس نے بھیجا ہے۔ بہرحال

اس نے بغیر کسی رد و کد کے خط لے لیا۔ اس خط سے عجیب سی بو اٹھ رہی تھی جیسے وہ اندر آیا۔ اس پر غنودگی سی طاری ہو گئی۔ دوسرے لمحے وہ بیہوش ہو چکا تھا۔ اسی لمحے ہیرے نے اس کا میک اپ صائع کر دیا۔ کنگ کی جگہ اب ایک خوبصورت لڑکی تھی۔ اور وہ اس لڑکی کو دیکھ کر کامیاب انداز میں مسکرایا۔ پھر وہ اسے کندھے پر ڈال کر باہر نکل آیا۔ اس نے ایک خط غیر ملکی سارس کے لئے چھوڑ دیا۔ اور وہ بیک ڈور سے باہر نکلتا چلا گیا۔



جیسے ہی انہوں نے اندر قدم رکھا۔ ایک زوردار شاک لگا۔ کمرے میں کرنٹ تھا۔ وہ کتنے ہی تھے۔ انہوں نے جوتے اتار رکھے تھے تاکہ کسی قسم کی آواز نہ پیدا ہو۔ وہ وزارت خارجہ کی عمارت میں داخل ہوئے تھے۔ عمارت انہیں ویران دکھائی دی تھی۔ اسی لئے تمام احتیاط کو بالائے طاق رکھ کر اس کمرے میں آ گئے۔ ان کے کچھ ساتھی باہر رہ گئے تھے۔ اور وہ دونوں اس کمرے تک آ گئے تھے۔ رات کا پچھلا پہر تھا۔ سناٹا گمبیر تھا۔ عجیب سی دہشت دلوں پر اثر انداز ہوتی تھی۔

انہوں نے فوراً اپنے پاؤں دور کر لئے۔ ان کے پاس تاریں کاٹنے کے اوزار تھے۔ انہوں نے کمال مہارت سے بجلی کی تاریں کاٹ دیں۔ فرش سے کرنٹ غائب ہو گیا۔ لیکن دیواروں میں بھی برقی رو دوڑ رہی تھی۔ یہاں بھی

انہوں نے تاریں کاٹ دیں۔ اب وہ اس کمرے سے نکل کر دوسرے کمرے میں آگئے۔ ان کی راہ میں ابھی تک کوئی مزاحم نہ ہوا تھا۔ وہ گریہ قدموں سے آگے بڑھ رہے تھے۔ اب جس کمرے میں وہ آئے تھے۔ وہاں کتنے ہی سیف کھڑے تھے۔ جو فائیلوں سے پُر تھے۔ رنگ برنگی فائیلوں سے وہ سیف اَٹے پڑے تھے۔ انہوں نے اس سیف کو ہاتھ لگایا جس سرخ بلب روشن تھا

اس کی سرخ سرخ مدھم روشنی کافی اجالا کر رہی تھی۔ تمام الماریوں میں کرنٹ لہرا رہا تھا۔ انہوں نے سیف کی تاریں بھی کاٹ دیں۔ اور اسے کھول کر اس میں سے اپنی مطلوبہ فائیل نکال لی۔ اسے اچھی طرح چیک کیا۔ پھر اس نے اپنے ساتھی سیاہ نقاب پوش سے کہا۔

"یہی ہے یہ"

"چلو بھاگو بس" دوسرے سیاہ نقاب پوش نے کہا۔ وہ تیزی سے پلٹے مگر اسی لمحے چونک کر کھڑے ہو گئے۔ ان کے سامنے ایک کسرتی بدن کا جوان بندوق نکالے کھڑا تھا۔ اس کی آنکھوں میں غیظ و غضب کی چنگاڑیاں اڑ رہی تھیں۔ وہ اس انداز میں کافی خوفناک لگ رہا تھا۔ ایک لمحے کے لئے وہ اسے دیکھ کر گھبرا گئے۔ گارڈ اپنی جگہ دروازے میں ایک آہنی دیو کی مانند کھڑا تھا۔ پھر وہ غرایا۔

"ہلنے کی کوشش مت کرو۔ ورنہ فائر کر دوں گا۔"

اس صورت حال سے ان کے اعصاب کشیدہ ہو گئے اور وہ تاراجی آنکھوں سے گارڈ کو دیکھنے لگے۔ یکایک ایک نقاب پوش نے پستول نکال لیا۔ مگر اسی لمحے گارڈ کی بندوق گرجی اور نقاب پوش کے سینے میں سوراخ ہو گیا۔ وہ لڑکھڑا کر گرا۔ مگر دوسرا نقاب پوش شاید اسی ہی وقت کا منتظر تھا۔

وہ فوراً گارڈ کی طرف جھپٹا۔ اور اسے نیچے دبا لیا۔ اس سے پیشتر کہ وہ کوئی حرکت کرتا۔ نقاب پوش نے اس کی گردن دبا دی۔ جب گارڈ اگلے جہاں پہنچ گیا تو وہ تیزی سے اٹھا۔ اپنے ساتھی کی لاش کو تھیلے میں ڈالا اور خون کے نشانات مٹا دیئے۔

پھر اس نے وہ تھیلا اٹھا لیا۔ اور باہر آ گیا۔ دیوار کے قریب آ کر اپنے باقی ساتھیوں کو سگنل دیا۔ وہ اس کا سگنل پاتے ہی دیوار کی طرف آ گئے۔ مگر دوسرے گارڈوں کے سرچ لائٹ نے انہیں اپنے احاطے میں لے لیا۔ اس سے پیشتر کہ وہ دیوار پھاندتے ایک گارڈ نے بندوق چلائی اور سیاہ نقاب پوشوں کا ایک ساتھی مردہ ہو کر نیچے گرا۔

اب وہ بندوقیں تانے ان کی طرف لپک رہے تھے۔ اسی لمحے ایک سیاہ نقاب پوش نے سٹیل کا ایک آلہ نکال لیا۔ اور اس کا کلپ کھینچ دیا۔ دھواں گارڈز کی طرف جانے لگا۔ چند لمحوں میں ہی تمام گارڈز بے ہوش ہو کر گر چکے تھے۔ نقاب پوشوں نے اپنے ساتھیوں کی لاشیں اٹھائیں اور دیوار پھاند کر دوسری طرف آ گئے۔ انہوں نے لاشیں کار میں ڈالیں۔ اور کار کو تیزی سے بھگانے لگے۔ مگر وہ تیزی سے بھاگتی ہوئی کار پولیس کی نظروں میں آ گئی۔ پولیس کار نے نقاب پوشوں کی کار کا تعاقب شروع کر دیا۔ اس کے علاوہ پولیس نے وائرلیس کے ذریعے سیٹ پر چیک پوسٹوں کو بھی مطلع کر دیا۔

شاہراہ اعظم پر نقاب پوشوں کی کار تیز رفتاری سے بھاگی چلی جا رہی تھی۔ پولیس کار بھی ان کے تعاقب میں لگی تھی۔ پھر انہوں نے دیکھا۔ پھر انہوں نے سامنے سے دو جیپیں آ رہی تھیں۔ بغیر کسی تردد کے تیزی سے اپنی کار کو جیپوں کی طرف لئے چلے جا رہے تھے۔ جیپوں نے بچنے کی کوشش کی

مگر پھر بھی ان کی جیپوں سے ٹکراتی آگے بڑھتی چلی گئی۔ پولیس کار بھی بدستور ان کے تعاقب میں لگی رہی۔

آگے بیٹھے دونوں نقاب پوش اب کچھ پریشان دکھائی دینے لگے تھے۔ ساگر نے اپنے ساتھی نقاب پوش اختر سے کہا: معاملہ گڑبڑ ہوتا دکھائی دے رہا ہے"

"پھر اب کیا کیا جائے؟" اختر نے پریشانی سے کہا۔

"ہمیں کچھ قربان کرنا پڑے گا!" ساگر نے کہا۔

"میں تمہارا مطلب نہیں سمجھا۔" اختر اسے گھور کر بولا۔

"فائیل والا بیگ مجھے دے دو!"

اس نے اسے بیگ دے دیا۔ اس نے فوراً کار سے چھلانگ لگادی۔ کار تیزی سے آگے نکل گئی۔ اور وہ لڑھکتا ہوا دور چلا گیا۔ کار تیزی سے بھاگی جا رہی تھی۔ پولیس بھی اس کے تعاقب میں تھی۔ اب جنگلے والا پل شروع ہو چکا تھا۔ پل سے پرے دو جیپیں کھڑی تھیں۔ پیچھے پولیس کار تعاقب میں تھی۔ اس صورت حال نے انہیں خوفزدہ کر دیا۔ نقاب پوش سمجھ گئے اب وہ قابو آجائیں گے۔ اس لئے انہوں نے کار پل سے ٹکرا دی۔ اختر کار سے نکل کر دور جا گرا۔ پھر کار کو آگ لگ گئی۔ اختر بے ہوش تھا۔ پولیس کار ان کے قریب آکر رک گئی۔ انہوں نے جلتی ہوئی کار کا جائزہ لیا۔ پھر انہوں نے سامنے دیکھا۔ دو لاشیں بھی باہر پڑی تھیں۔

انہوں نے اختر کو ہوش میں لاکر اسے قابو کر لیا۔ اور لاشوں کو ہسپتال میں چھوڑ دیا۔ وہ اختر کو ساتھ لے کر پولیس اسٹیشن آگئے۔ پولیس اپنی اس کامیابی پر بےحد خوش تھی۔ وہ جانتے تھے کہ اس طرح ان کے ہاتھ ایک زبردست کیس آگیا ہے۔ جس کی وجہ سے وہ کیس کو سمجھ جائیں گے



فون کی گھنٹی بج رہی تھی۔ عمران نے سلیمان سے جان چھڑا کر ریسیور اٹھا لیا۔ اور بولا۔

"ہیلو!۔۔۔ عمران اسپیکنگ!۔۔۔"

"میں صفدر"

"سناؤ کیا حال ہے!۔۔۔"

"آپ سے ملاقات ضروری ہے!۔ ایک کام ہے۔ جلد ہی آپ کو وہ کام کرانا ہوگا۔ میرا پرسنل کام ہے!۔ کیا خیال ہو جائے گا نا!۔۔۔"

"یقیناً ہو جائے گا۔" عمران نے سپاٹ لہجے میں کہا۔ ادھر سے فارغ ہو کر عمران دوسرے کمرے میں چلا گیا۔ کھانا تیار تھا۔ مگر اس سے پیشتر کہ وہ کھانا کھاتا۔ کال بیل کی آواز سنائی دی۔ عمران بڑبڑایا۔۔۔

"یہ کون آگیا۔ سلیمان پتہ کرنے چلا گیا۔ کہ کون آیا۔ تھوڑی دیر بعد سپرنٹنڈنٹ فیاض کھڑا تھا۔ وہ سیدھا عمران کی طرف آنے لگا۔

"آہا۔ سپرنٹنڈنٹ فیاض!۔ کہئیے کیسے تشریف لائے!۔" عمران نے خوشی کا اظہار کیا۔۔۔

اس وقت عمران بہت ہی سنجیدہ تھا۔ اور وہ حماقت اس کے چہرے پر بالکل دکھائی نہ دے رہی تھی۔ جو ہنسی لانے کا موجب بنتی تھی۔

"آئیے کھانا کھائیں؟" عمران نے دعوت دی۔ فیاض نے انکار نہ کیا اور وہ دونوں کھانا کھانے بیٹھ گئے۔ کھانے کے بعد فیاض اٹھ کھڑا ہوا۔ اس نے کہا۔

"چلو اب"

"کہاں؟" عمران نے سوالیہ انداز میں پوچھا۔

"چلو تو سہی اب" فیاض نے سیریس ہو کر کہا۔ اب عمران بغیر کچھ کہے اس کے ساتھ آ گیا۔ وہ ٹو سیٹر میں بیٹھ کر وزارت خارجہ کی عمارت کی طرف روانہ ہو گئے۔ عمران سوچوں میں ڈوبا ہوا تھا۔ اور فیاض اس کی اس حالت پر حیران تھا۔ عمران میں اسے یہ تبدیلی عجیب سی لگ رہی تھی۔

وزارت خارجہ کی عمارت کو فوج کے جوانوں نے گھیرے میں لے رکھا تھا۔ بڑی احتیاط اور توجہ سے پہرہ دیا جا رہا تھا۔

فیاض نے دروازے پر جا کر مخصوص اشارہ کیا۔ خودکار دروازہ کھل گیا۔ اور جب اس کی کار اندر داخل ہوئی۔ تو دروازہ فوراً ہی بند ہو گیا۔ ان کے اندر داخل ہوتے ہی ملٹری کے چند جوان ان کی طرف آئے۔ حالانکہ وہ مخصوص اشارہ کر چکے تھے۔ پھر بھی ملٹری کے جوانوں نے ان کے شناختی کارڈ دیکھے۔ جب انہیں ہو گیا۔ کہ ایک فیاض پولیس آفیسر اور دوسرا سیکرٹ سروس کا ہوشیار اور لائق ترین آفیسر علی عمران ہے۔ تو ان کی تسلی ہو گئی اور وہ پیچھے ہٹ گئے۔

پھر وہ ایک کمرے میں آ گئے۔ اور رات کے ہنگامہ خیز نشانات کو دیکھنے لگے۔ وہ غور سے اس جگہ کا جائزہ لے رہے تھے۔ وہ تقریباً تمام کام مکمل ہو چکا تھا۔ اچانک عمران کی نگاہ ایک چمکتی ہوئی چیز پر پڑی۔ اس نے آگے

لیک، کر چمکتی ہوئی چیز اٹھالی۔ وہ ایک گھڑی کی قسم کی چیز ایک چین بھی اس کے ساتھ بندھی ہوئی تھی۔ اور گھڑی کے ڈائل پر سرخ اور سبز رنگ کے نگ لگے ہوئے تھے۔ اور اس سے سیٹی کی سی آواز بلند ہو رہی تھی وہ غور اور دلچسپی سے اسے دیکھ رہا تھا۔ عجیب وغریب چیز تھی۔ وہ کیپٹن فیاض اپنی سوچوں میں ڈوبا ہوا تھا۔ اس لئے عمران نے وہ گھڑی فوراً اپنی جیب میں رکھ لی۔ اور فیاض کی طرف مسکرا کر دیکھا۔

"ہاں تو اس کیس کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے!۔۔۔"

"ہم اس کیس کو شاید تا قیامت ختم نہ کر سکیں!۔۔۔" فیاض نے الجھن سے کہا!۔۔۔" اس کیس کو حل کرنا تم سیکرٹ سروس والوں ہی کا کام ہے۔ !۔۔۔" عمران نے بے فکری سے قہقہہ لگایا۔ اور کہا۔

"تو پھر تو اپنے کہ نوکری چھوڑ کر کسی جنرل سٹور پر سیلز مین بن جاؤ خوب مزے کرنا۔ !۔۔۔" فیاض کے ماتھے پر بل پڑ گئے۔ وہ غرایا۔

"مذاق چھوڑو! میں نے غلط نہیں کہا۔ یہ کیس بہت زیادہ الجھتا جا رہا ہے۔ !۔۔۔"

فکر مت کرو سلجھ جائے گا!۔۔۔" عمران نے کہا۔ "ہم جانتے ہیں ایک ملک ہمیں برباد کرنے کی سوچ رہا ہے۔ ہم پہ [illegible] ایک ہو چکا ہے۔ مگر ہمیں پرواہ نہیں ہے۔ ہم دوسرے ملک سے امن کا معاہدہ کرنے کے بعد اپنے پرائم منسٹر کو بچا کر لے آئے ہیں۔ اب ہمیں آئندہ بھی اپنے ملک اور اپنے پرائم منسٹر کو بچانا ہے۔ اور جسم جان پر کھیل کر بھی یہ کام کریں گے!۔۔۔"

سو تو کریں گے ہی!۔۔۔" فیاض نے گردن ہلا کر کہا۔ مگر میں تو ابھی تک اندھیرے میں ہوں!۔۔۔"

"سمجھ لو ہم بھی ابھی اندھیرے میں ہیں !۔۔۔" عمران نے کہا۔
فیاض کھسیانا سا ہو گیا تھا۔ فیاض عمران کو اس کے فلیٹ کے سامنے اتار دیا۔
وہ اپنے فلیٹ میں آگیا۔ وہ کچھ الجھا الجھا اور پریشان سا لگ رہا
تھا۔ چیف سلیمان کو اپنے سامنے باادب دیکھ کر اس نے کہا "ابے آج تو
بڑی انسانیت دکھا رہا ہے !۔۔۔۔"
"انسانوں کے سامنے انسانیت سے ہی رہنا چاہیے !۔۔۔۔"
عمران نے اسے غور سے دیکھا۔ پھر اس نے کچھ سوچ کر اسے کھانا لانے
کو کہا۔ وہ کھانا لانے چلا گیا۔ اور عمران کچھ سوچتا ہوا کرسی پر بیٹھ گیا !۔
کھانا کھانے کے بعد وہ اپنے فلیٹ سے نکلا اس کی کار ایرو
کے قریب سے گزری۔ اس کی نگاہ جولیا اور صفدر پر پڑی۔ انہوں
نے بھی عمران کو دیکھ لیا تھا۔ اس لئے انہوں نے عمران کو رکنے کا اشارہ کیا
عمران نے ان کے قریب آکر گاڑی روک دی۔ وہ شاید وہاں کسی ٹیکسی
کے انتظار میں کھڑے تھے۔
"ہیلو !۔۔" صفدر نے کہا۔ "کیا حال ہے عمران !۔۔۔"
"بہت اچھا ہوں !۔۔" عمران نے پریشان حال لہجے میں کہا۔ جولیا نے
چونک کر اسے غور سے دیکھا۔ اور وہ اسے سنجیدہ اور پریشان دیکھ کر کسی
سوچ میں مبتلا ہو گئی۔ صفدر نے پوچھا
"آج کدھر چڑھائی ہے !۔۔"
"دشمنوں کی تلاش میں ہوں !۔۔۔"
"وہ تو چہرے سے ہی ظاہر ہو رہا ہے ۔۔" جولیا جلدی سے بول پڑی۔
"شاید میرے چہرے پر لکھا ہے کہ میں دشمنوں کو ڈھونڈھ رہا ہوں !۔۔"

عمران اسے دیکھ کر بولا۔
"تمہارے چہرے پر بہت کچھ لکھا ہے !" وہ ڈھٹائی سے بولی۔
"چیف کا کیا حکم ہے !" صفدر نے پوچھا
"چیف نے سیر و تفریح کے لئے کہا ہے !" عمران نے سنجیدگی سے کہا
"بس سمجھو تو ہم بھی سیر و تفریح ہی کر رہے ہیں !" صفدر نے کہا۔
"میں تو پہلے ہی سمجھ گیا تھا کہ تم جولیا کو بھی سیر کرانے نکلے ہو" عمران نے چہک کر کہا۔
اور جولیا نے بُرا سا منہ بنا لیا۔ صفدر ہنس رہا تھا۔
"آجاؤ کار میں !" عمران چہکا۔ مس سالولیا۔ تشریف لے آئیے۔!
"بس دکھا دی اپنی اوقات !" جولیا ہونٹ سکوڑ کر بولی۔ پھر صفدر اور جولیا عمران کی کار میں سوار ہو گئے۔ عمران نے کار آگے بڑھا دی اور وہ ایک سپاٹ سڑک پر کار بھگانے لگا۔
"کہاں جا رہے ہو !" جولیا نے چونک کر پوچھا۔
"سیر کے لئے نکلے ہیں تو آج سیر ہی ہو گی ! دریا کے کنارے سیر کا لطف آ جائے گا۔ کیا تمہیں دریا کے کنارہ پسند نہیں ہے !" جولیا نے کوئی جواب نہ دیا۔ کار میں خاموشی چھا گئی۔ عمران نے کار ساحل سے ذرا فاصلے سے روک دی۔ اور وہ نیچے اُتر آئے۔ ساحل دریا پر کافی رونق تھی۔ خوشبوئیں بکھری ہوئی تھیں۔ رنگ برنگے لباس لہرا رہے تھے۔ بہت ہی خوشگوار منظر تھا۔ حسین جوڑے باہوں میں باہیں ڈالے محو تفریح تھے۔ اور ان کے درمیان پیار بھری سرگوشیاں ہو رہی تھیں۔ ان کے قریب سے ایک نوجوان لڑکی اپنے ساتھی کا بازو پکڑے گزری۔ اس نے نیم عریاں لباس پہن رکھا تھا اور اس مرمریں شانے کافی دلفریب دکھائی دے رہے تھے۔ اس کی نیلی نیلی آنکھیں

جگہ جگہ کر رہی تھیں۔ وہ کافی حسین تتلی تھی۔

اچانک اس لڑکی کو دیکھ کر جولیا حسین تصورات میں ڈوب گئی۔ اُسے یوں لگا جیسے وہ عمران کے ساتھ سمندر کے کنارے گھوم رہی ہے۔ اچانک سمندر میں طوفان آجاتا ہے۔ اور ایک تیز تند خو لہر عمران کو بہا لے جاتی ہے۔ اس بھیانک تصور سے وہ کانپ گئی۔ اور اس کے منہ سے گھٹی گھٹی سی چیخ نکل گئی۔ عمران اور صفدر نے اسے چونک کر دیکھا۔ عمران اسے غور سے دیکھ کر بولا

"کیا ہوا اسے"

"کچھ نہیں۔ کچھ بھی تو نہیں ا" وہ جھینپ گئی تھی۔ آنکھوں میں ندامت کے رنگ لہرانے لگے تھے۔ مگر دل میں خواہشوں اور تمناؤں کا جوالہ مکھی دہک رہا تھا۔ آنکھوں میں حسین خوابوں نے جگہ جگہ بنانی شروع کر دی تھی۔ حسرتوں نے مچل کر اس کے دل میں آنچل لہرانا شروع کر دیا تھا۔ فوراً ہی وہ اداس ہو گئی۔ وہ تو ایک ایسی چٹان سے دل لگا بیٹھی تھی جو نہ پگھل سکتی تھی اور نہ ریزہ ریزہ ہو سکتی تھی۔ وہ عمران کو دل کی گہرائیوں سے چاہتی تھی۔ مگر عمران نے ابھی تک اس کے دل کی گہرائیوں میں جھانکنے کی ہمت بھی نہ کی تھی۔ اس نے گوارہ ہی نہ سمجھا تھا کہ وہ جولیا کو محبت بھری نگاہ سے دیکھے۔

"کچھ ڈر رہی ہو کیا ؟" عمران نے پوچھا۔

اس نے کوئی جواب نہ دیا۔ اور دل میں سوچا سب کچھ جانتے ہوئے بھی وہ انجان بن رہا ہے۔ وہ کچھ دیر ادھر ادھر گھومتے رہے پھر وہ کار میں بیٹھ کر واپس ہو گئے۔ عمران نے انہیں ایک جگہ اتار دیا۔ اور فوراً آگے چل پڑا۔

ابھی وہ زیادہ دور نہ گیا تھا کہ اس نے سامنے ایک کار دیکھی۔ اس کے آگے دو آدمی کھڑے تھے۔ انہوں نے عمران کو رکنے کا اشارہ کیا۔

عمران نے کار روک لی! — پھر اس نے پوچھا۔
"کیا آپ کے پاس کار گھسیٹنے کے لئے کوئی رسی ہے؟"
"شاید ہو!" — عمران بولا۔
"دے دیجئے! — ایک آدمی نے کہا — "آپ کی مہربانی ہوگی۔"
"کیا تمہاری کار خراب ہو گئی!" — عمران نے پوچھا۔
"ہاں جی!" — دوسرے نے کہا۔
"چلو میں دیکھتا ہوں کیا خرابی ہے؟" — عمران نیچے اتر آیا۔ ابھی وہ آگے ہی بڑھا تھا کہ دوسرے نے اس کے پیچھے جا کر پستول کا بٹ اس کے سر میں زور سے مارا۔ عمران کی آنکھوں کے سامنے تارے ٹوٹتے دکھائی دینے لگے۔ دوسرے لمحے اندھیرے کے سمندروں میں غوطے کھانے لگا۔

عمران کے بے ہوش ہو کر گرنے کے بعد ان دونوں نے اس کی کار کو آگ لگا دی۔ اور پھر اسے اپنی کار میں ڈالا اور کار تیزی سے آگے بڑھا دی۔

سارس غیر ملکی امریکن کے بھیس میں جیسے ہی اپنے کمرے میں داخل ہوا۔ تو اسے خطرے کا احساس ہو گیا۔ اس کی ساتھی لڑکی ہوٹل کے کمرے سے غائب تھی۔ ایک خط پیپر ویٹ کے نیچے پڑا اس کا مذاق اڑا رہا تھا۔ وہ سائمن کے تعاقب میں گیا تھا۔ وہ اس سے فائیل والا بیگ چھیننا چاہتا تھا۔ مگر ناکام رہا تھا۔ اور وہ ٹیکسی میں بیٹھ کر نکل گیا تھا۔ سائمن کا ایک اور ساتھی بھی دریا سے تیر کر نکل گیا تھا۔ غیر ملکی سارس کو کچھ بھی حاصل نہ ہو سکا تھا۔ یہاں بھی وہ ناکام کھڑا دانت پیس رہا تھا۔

اس نے خط پیپر ویٹ کے نیچے سے نکالا اور اسے پڑھنا شروع کر دیا۔ لکھا تھا
خطرناک سارس! — تم بہت آدمی ہو — تم نے ہر مرتبہ میرے معاملات میں

دخل دیا ہے۔ اور تمہاری وجہ سے مجھے کافی نقصان اٹھانا پڑا ہے ۔ یاد رکھو۔ میں تمہاری قبر تمہارے ہی بناؤں گا۔ اب میری طرف سے ہوشیار رہنا۔ میں تمہاری دوست ہیلن کو لئے جا رہا ہوں۔ مگر یہ میرے پاس ایک امانت طرح رہے گی۔ جب بھی موقع ملا۔ تمہاری خیر ضرور بتاؤں گا۔

ساؤل کراسٹ ا۔ (دہشت کا پیکر)

وہ سمجھ گیا کہ کس خبیث کا خط تھا۔ اس لئے اس نے بے فکری سے خط کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے۔ اور پھر جھنجھلائے ہوئے انداز میں آگے بڑھا۔ یکایک فون کی گھنٹی بجی۔ اس نے ریسیور اٹھا کر پیغام سنا۔ وہ پیغام کوڈ ورڈز میں تھا۔ خفیہ لفظوں کا پیغام سننے کے بعد اس نے ریسیور دوبارہ کریڈل پر رکھ دیا۔ اور خود غسلخانے میں گھس گیا۔ غسل کے بعد اس نے کھانا کھایا۔ اور بہترین سوٹ پہن کر باہر نکل گیا۔ سڑک پر آ کر اس نے ٹیکسی پکڑی۔ اور ایک جگہ کا نام بتا کر اُسے چلنے کو کہا۔

ابھی ٹیکسی دور نہ گئی تھی کہ اس نے وہ کار گھوم کر دیکھ لی جو اس کا تعاقب کر رہی تھی۔ دو سڑکوں کے بعد ہی اسے یقین ہو گیا۔ کہ پیچھے آنے والی شیور اسی کے تعاقب میں ہے۔ اس نے ٹیکسی ڈرائیور سے کہا "رفتار دھیمی کر دو۔" ٹیکسی ڈرائیور نے اس کے حکم کی تعمیل کی اور اس نے جیب سے سنہری رنگ کا ایک پستول نما آلہ نکالا۔ بازو باہر کر کے اس نے اس کا رخ شیور کی طرف کیا۔ اسی لمحے ایک دھماکے سے آنے والی گاڑی کے ٹائر پھٹ گئے۔ پھر وہ اسی ٹیکسی میں اپنے ہوٹل کی طرف جا رہا تھا۔

دلکشا کالونی کی ایک شاندار کوٹھی کے گیٹ میں ایک
بوڑھا فرانسیسی داخل ہوا۔ بوڑھے کی شخصیت بڑی باوقار اور وجیہہ تھی۔ اس
نے بہترین قیمتی سوٹ پہن رکھا تھا۔ ہونٹوں میں سگار تھا۔ اس کی داڑھی
سفید تھی۔ سر کے بال بھی سفید ہی تھے۔ سرخ و سفید رنگ اور نیلی آنکھیں
وہ ایک دیوتا کی طرح باوقار دکھائی دے رہا تھا۔ چوکیدار جس نے بندوق سنبھال
رکھی تھی آگے بڑھا اور بولا۔

"آپ کو کس سے ملنا ہے!"

فرانسیسی اردو اچھی طرح بول لیتا تھا۔

"تمہارے مالک سے ملنا ہے!"

"ٹھیک ہے جائیے!" چوکیدار نے اجازت دے دی۔ آگے برآمدے
میں جا کر بوڑھے فرانسیسی نے کال بیل کا بٹن دبایا۔ اسی لمحے ایک ملازم آ گیا۔

"تمہارے مالک سے ملنا ہے!"

"وہ شناختی کارڈ دکھائے جانے کے بغیر کسی سے نہیں ملتے!"

"اوہ! یہ لو! یہ کارڈ اندر لے جاؤ!" بوڑھے نے کارڈ
نکال کر ملازم کو دے دیا۔ ملازم کارڈ لے کر اندر چلا گیا۔ اس کے جانے کے

بعد غیر ملکی سارس نے اپنا بھیس بدل لیا۔ اب وہ ایک خوبصورت جوان کے روپ میں تھا۔ اور بڑا اسمارٹ دکھائی دے رہا تھا۔ ملازم نے اسے ایک کمرے میں بیٹھا دیا۔ تھوڑی دیر کے بعد ملازم اپنے مالک کے ساتھ واپس آیا۔ اور بوڑھے کی جگہ ایک خوبصورت جوان کو دیکھ کر حیران رہ گیا۔ پھر ملازم حیرت سے بولا۔

"وہ بوڑھا کدھر گیا۔ اور آپ کون ہیں۔"

"میں ہی وہ بوڑھا ہوں۔" سارس مسکرا کر بولا۔ ملازم لڑکھڑا کر رہ گیا۔

"صاحب یہ کیسے ہو سکتا ہے!" ملازم نے گھبراہٹ سے کہا۔ مالک سمجھ گیا۔ کہ معاملہ کچھ گڑبڑ ہے۔ اس نے نوکر سے کہا "تم چپ رہو!۔ میں بات کرتا ہوں!" اس ملک کے سفیر نے سارس کی طرف غور سے دیکھا۔

"آپ کون ہیں!۔"

"سارس میرا نام ہے!"

"آپ میرے پاس کیوں آئے ہیں!" سفیر نے پوچھا۔

"میں اس ملک کی سیر و تفریح کی غرض سے یہاں آیا" سارس نے کہا۔ "مگر یہاں بدمعاشوں نے مجھے تنگ کرنا شروع کر دیا ہے۔ میرا تعاقب کیا جاتا ہے یوں لگتا ہے جیسے مجھے غیر ملکی جاسوس تصور کیا جاتا ہے۔ میں تو عجیب الجھن میں پھنس گیا۔ آخر تنگ آ کر آپ کے پاس آیا ہوں کہ آپ میری مدد کریں۔ مجھے یقین ہے آپ میری مدد ضرور کریں گے!۔"

"آپ کا پاسپورٹ کہاں ہے!" سفیر نے پوچھا۔

"یہ ہے میرے پاس لیجئے!" یہ کہہ کر سارس نے جیب سے پاسپورٹ نکالا اور سفیر کے ہاتھ میں تھما دیا۔

سفیر نے پاسپورٹ کو غور سے دیکھا۔ اور مسکرا کر کہا۔
"تو آپ اپنی مادام کے ساتھ یہاں آئے ہیں!۔"
"جی ہاں!۔" سارس نے کہا۔ "مادام کے بغیر زندگی کا لطف کہاں!"
"ٹھیک ہے میں آپ کی مدد کروں گا۔" سفیر نے کہا۔ "اب آپ کو تنگ نہیں کیا جائے گا۔ آپ شوق سے اس ملک کی سیر کر سکتے ہیں!۔"
"شکریہ!۔۔۔"
اس نے کہا۔ اور پاسپورٹ لے لیا۔ پھر وہ باہر آگیا۔ اس کے کوٹھی سے باہر نکلتے ہی سفیر نے ایک ملازم کو بلایا۔ اور اس نے کہا۔
"اس عجیب و غریب غیر ملکی کا تعاقب کیا جائے۔ اس طرح تعاقب کرنا کہ وہ ذرا بھی شک میں نہ پڑے!۔ سمجھے!۔۔۔"
"سمجھ گیا سر!۔۔۔" ملازم نے کہا۔ اور اس کے پیچھے چل دیا۔ تھوڑی دیر کے بعد سارس اس کی نظروں میں آگیا۔ اور وہ مناسب فاصلہ رکھ کر اس کا تعاقب کرنے لگا۔ تھوڑی دور جانے کے بعد سارس نے ہاتھ دے کر ایک ٹیکسی روکی۔ جب وہ ٹیکسی میں بیٹھ گیا تو ٹیکسی آگے چل پڑی اس نے ڈرائیور کو کوئی جگہ بتادی تھی۔ سارس بے چینی سے کبھی کبھار پیچھے دیکھنے لگتا تھا۔ اور پھر اس کی نگاہیں بیک مرر پر جم جاتی تھیں ٹیکسی ڈرائیور اب ایک سنسان اور ویران سڑک کا موڑ گھوم رہا تھا۔ وہ سڑک جنوبی سارن کو جاتی تھی۔ سارس کچھ گھبرایا گھبرایا سا تھا۔ جب اسے یقین ہوگیا کہ اس کے پیچھے کوئی نہیں ہے تو وہ مطمئن سا ہوگیا۔۔۔
ڈرائیور رفتار بڑھاتا جا رہا تھا۔ کچھ دور جانے کے بعد اچانک ٹیکسی ڈرائیور بولا۔
"جناب مجھے یوں لگتا ہے!۔۔۔ جیسے کوئی گاڑی ہمارے پیچھے لگی ہوئی ہے۔"

"کیا تم یقین سے دیکھ رہے ہو—؟" اس نے بے چینی سے پوچھا۔
"میں نے گاڑی کی جھلک دیکھی ہے—"
"تو اس کا مطلب ہے تعاقب شروع ہو گیا ہے—" وہ بڑبڑایا۔
پھر ایکدم چاک و چوبند ہو کر بولا۔
"ڈرائیور میں چاہتا ہوں۔ کہ تعاقب کرنے والے کو کچھ سزا دی جائے—"
"دیکھتے جائیے جناب—" ڈرائیور نے دلیری سے کہا۔ "تعاقب کرنا بھول جائے گا—"

اس نے رفتار گھٹا دی۔ دوسری گاڑی جو کہ ٹیکسی تھی آہستہ آہستہ چلی آ رہی تھی۔ ٹیکسی ڈرائیور نے گاڑی کو ایک طرف کھڑا کر دیا۔ اور نیچے اتر کر بونٹ اٹھا کر انجن کی دیکھ بھال کی نمائش کرنے لگا۔ دوسری ٹیکسی اس کے برابر آ کر کھڑی ہو گئی۔ دوسری ٹیکسی نے ڈرائیور سے پوچھا۔
"کیا گڑبڑ ہے انجن میں—"
"یہ کمبخت کچھ گھٹیا رہی ہے—" اس نے آہ بھر کر کہا۔ "کئی بار اس کا انجن مرمت کرا چکا ہوں۔ مگر یہ چلتے چلتے دھوکہ دے جاتا ہے—"
"کبھی کبھی میرے ساتھ بھی یونہی ہوتا ہے—" اس ٹیکسی ڈرائیور نے کہا۔
پھر اس نے پوچھا—
"کیا خالی ٹیکسی لئے پھر رہے ہو—"
"نہیں تو سواری ہے اندر—" یہ کہہ کر اس نے اندر جھانکا۔ مگر وہاں کوئی بھی نہ تھا۔ اس بات سے وہ بڑا متعجب ہوا۔ اس کی سمجھ میں نہ آ رہا تھا کہ سواری کہاں گئی— وہ گھبرائے گھبرائے انداز میں بولا—
"سواری تو تھی مگر جانے کہاں چلی گئی—

دوسرا ٹیکسی ڈرائیور مسکرانے لگا۔ اور پھر اپنی گاڑی کو آگے چلا دیا۔ اسے اپنی سواری پر طیش پیار رہا تھا۔ وہ سوچ رہا تھا۔ خوب چالاکی سے کہیں اُتر گیا ہے مگر جب اس نے اندر نگاہ ڈالی تو وہ یہ دیکھ کر حیران رہ گیا۔ کہ سواری اندر موجود ہے۔ اور بڑے آرام سے سو رہی ہے!"



دریا میں تیرنے والے کو جب یقین ہو گیا کہ پولیس جا چکی ہے تو فوراً تیزی سے تیرتا ہوا دریا سے باہر نکل آیا۔ اور اس طرف بھاگنے لگا بیگ ڈالا گیا تھا۔ اس نے مخصوص سیٹی بجائی۔ بیگ والے نے بھی اسی انداز میں اسی بجائی۔ اور پھر دونوں ایک دوسرے کے قریب آ گئے۔ اس کے کپڑے بھیگے ہوئے تھے۔ اس نے اپنی سانس ہموار کر کے پوچھا۔

"کیا بیگ میں وزارت خارجہ سے چرائی گئی فائیل موجود ہے!"

"ہاں!" اس نے گمبھیر آواز میں کہا "افسوس گاڑی جل کر خاک ہو گئی ہے۔ اب ہمارے پاس کوئی گاڑی نہیں ہے۔ موسم خراب ہے سیلاب نے آگے تمام علاقہ خراب کر رکھا ہے۔ سڑک اور زمین میں پانی کا ریلا بڑھتا جا رہا ہے۔ اتنی بُری حالت میں ہم پہاڑ کے پار کیسے جا سکتے ہیں!"

"مگر یہ فائیل تو ہمیں باس کے پاس لے کر جانی ہی ہے" وہ بولا۔ خواہ کسی طرح بھی ہو" سائمن نے اسے غور سے دیکھا اور کہا۔

"پارکنگ پر چل کر قسمت آزمائی کرتے ہیں ــ شائد کوئی گاڑی مل جائے ــ"
"چلو! ــ"
وہ تیزی سے سامنے کلب کی طرف جانے لگے۔ کلب کے پارکنگ سٹینڈ کتنی ہی کاریں کھڑی تھیں۔ انہوں نے مختلف کاروں کا جائزہ لیا۔ ایک کار انھیں مناسب دکھائی دی۔ اس نے اندر جا کر دیکھا۔ اتفاقاً اس میں چابی موجود تھی۔ دونوں کے چہرے پر خوشی کی لہر دوڑ گئی۔ سائمن شام نے کہا۔
"چلو جلدی رچنڈ شام! ــ" ہم سیلاب زدہ علاقے پار کر دور جانا ہے!ــ
دونوں کار میں بیٹھ گئے۔ سائمن کار ڈرائیو کرنے لگا۔ فائل والا بیگ انہوں نے پچھلی سیٹ پر ڈال دیا۔ پولیس نے ان کی گرفتاری سے مایوس ہو کر تمام چیک پوسٹوں کو ان کے حلیئے کے متعلق بتا دیا تھا۔ پولیس نے انہیں بتایا تھا کہ وہ بہت خطرناک ڈاکو ہیں ــ انہوں نے ایک خاص فائیل چرائی ہے۔ اس فائیل کو ان کے قبضے سے ہر حال میں حاصل کرنا ہے!ــ
"بجلی چمکی بادل گرجا۔ اور بارش تیزی سے ہونے لگی ــ ہوا میں تندی اور تیزی آگئی۔ بہت بھیانک موسم ہو گیا۔ اب وہ سیلاب زدہ علاقے کی طرف بڑھ رہے تھے ــ اس کے علاوہ اور کوئی راستہ نہ تھا جس کے ذریعے وہ پہاڑی کے پاس پہنچ سکتے! ــ سڑکوں پہ پانی لہرا رہا تھا ــ مگر ابھی سڑکوں پر اتنا پانی نہ تھا۔ کہ انجن ریڈی ایٹر میں پانی داخل ہو جائے۔ گاڑی کسی ناؤ کی طرح آگے بڑھتی جا رہی تھی۔ اب چاروں طرف پانی ہی پانی لہرا رہا تھا ــ ہیڈ لائیٹس کی روشنی میں پانی کی لہریں بل کھاتی ہوئی دکھائی دے رہی تھیں ــ
مگر وہ حوصلے اور دلیری سے کار کو آگے بڑھائے جا رہے تھے۔ انہیں خطرہ تھا۔ کہ اگر پولیس نے انہیں پکڑ لیا تو تمام عمر جیل میں سڑنا پڑے گا ــ

بارش کی بوچھاڑ کار کی ونڈ سکرین پر اس قدر تیز محسوس ہو رہی تھی جیسے کسی سروس اسٹیشن پر اسے پائپ سے دھویا جا رہا ہو ۔ ویسے بھی تنگ سڑک پر پانی ہی پانی تھا ۔ اور کار چلنے سے یہ پانی کار کی باڈی سے ٹکرا کر خاصی آواز پیدا کرتا تھا ۔

سائمن آنکھیں پھاڑے کار ڈرائیو کر رہا تھا ۔ اس عالم میں کار ڈرائیو کرنا بہت مشکل تھا ۔ حالانکہ سڑک پر کوئی ٹریفک نہ تھا ۔ پھر اسے کار ڈرائیو کرنے میں دقت ہو رہی تھی ۔ اس نے کچھ دور جانے کے بعد جھلا کر کہا ۔

"تو یہ کمبخت آنکھیں بھی کام نہیں کرتیں دو گز سے زیادہ فاصلے پر کچھ دکھائی نہیں دیتا ۔ اس کے ساتھ بیٹھے ہوئے شام نے جیب سے سگریٹ کا پیکٹ نکالا اور سگریٹ سلگا کر ہونٹوں میں دبائی ۔ پھر کار اسے لائٹر سے سلگایا ۔ اور چند کش لگانے کے بعد اس نے سائمن کو وہ سگریٹ دے دیا ۔ اور وہ تیزی سے کش لگانے لگا ۔ جیسے وہ اپنی اعصابی گھبراہٹ پر قابو پانے کی کوشش کر رہا ہو ۔

سائمن گاڑی کو بڑی احتیاط سے آگے بڑھاتا رہا ۔ آخر کار اسے احساس ہوا جیسے وہ بے حد تھک گیا ہو ۔ اس نے کہا

"شام ! ۔ میں بہت زیادہ تھک گیا ہوں ۔ ہم کچھ دیر کے لئے کہیں رک نہ جائیں ! ۔ بارش رکتے ہی پھر چل پڑیں گے ! ۔"

"فضول ہے ! ۔" شام نے برا سا منہ بنا کر کہا ۔

"یوں لگتا ہے بارش اب نہ رکے گی ! ۔ یہ تمام علاقہ سیلاب زدہ ہے ۔ ندی نالے چڑھے ہوئے ہیں ۔ تم نے کئی جگہوں پر نالوں کا پانی پلوں تک پہنچتے دیکھا ہو گا ۔ ہم اس وقت سیلابی علاقے کے عین بیچ میں ہیں ۔ یہاں رکنا موت کو

دعوت دینا ہوگا۔ اگر ہم یہاں رک گئے تو پھنس جائیں گے۔ پانی زیادہ بڑھ گیا تو ہم گاڑی کو کسی صورت بھی آگے نہ بڑھا سکیں گے۔ میں تو کہتا ہوں جتنی تیزی سے ہو سکے یہاں سے نکل جانا چاہیئے۔"

"یہ تو ٹھیک ہے!" سائمن نے کہا، "مگر آہستہ آہستہ راستہ بھی زیادہ خطرناک ہوتا جا رہا ہے!"

"نقشے کے مطابق بیس میل آگے سامک ران ہے۔ وہاں پہنچنے کے بعد حالات کے مطابق کچھ راستے بھی ہوں گے۔ وہاں تک ہمارے لئے پہنچنا بہت ضروری ہے!"

"تو اس کا مطلب ہے مجبوری!"

"چلتے رہو!"

اس نے کندھے اچکا کر گاڑی کی رفتار بڑھا دی۔

سڑک کے بیچ ایک گڑھا تھا۔ کار نے ہچکولا کھایا۔ سائمن یکدم رفتار کم کرتے ہوئے بولا۔

"اگر پانی انڈی ایٹر میں چلا گیا تو مصیبت میں پھنس جائیں گے!"

اس نے ڈیش بورڈ سے ٹرے میں اپنی سگریٹ مسل کر ٹرے کو واپس دھکیل دیا اور پورے انہماک سے ڈرائیو کرنے لگا۔ اچانک اس نے آگے جھک کر ونڈ سکرین پر پڑتی ہوئی بارش کے پار دیکھنے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔

"سامنے ایک لائیٹ حرکت کرتی نظر آ رہی ہے!"

"ہاں!" ٹام نے جواب دیا۔ "یوں لگتا ہے جیسے کوئی ٹارچ ہلا رہا ہے!"

سائمن نے پھرتی سے پچھلی نشست سے اپنا بیگ اٹھایا اور اسے کھول کر پستول نکال لیا۔ "یہ کوئی روڈ بلاک ہوگا۔ پولیس نے بہت جلدی ہماری ناکہ بندی کر

دی ہے ـ مجھے تو پولیس لگتی ہے!"
کار پانی میں کھڑی تھی ـ پھر اس نے پستول اور بیگ ٹام کو تھما دیا ـــ
"کیا خیال ہے آگے چلوں!"
"چلو! ـــ ضرور چلو! ـــ ہمیں یہاں رکنا نہیں ہے ـ ہم یہاں آکر کوئی خطرہ مول نہیں لے سکتے ـــ ہمارا حلیہ انہیں معلوم ہو گیا ہو گا ـ وہ ہمیں دیکھتے ہی روک لیں گے!"
"لیکن ٹام ـــ"
اس نے اس کی آواز سن کر تیزی سے کہا ـ
"فضول بحث مت کرو! ـــ کار کی رفتار آہستہ ہو چکی تھی ـ ٹام چلّایا ـ
"پاگل آدمی رفتار تیز کر دو! ـــ تم اس سیلاب زدہ سڑک پر کتے کی موت مرنا چاہتے ہو ـــ"
اس کی بات سن کر اس نے رفتار بڑھا دی ـ
اب وہ اس روشنی کے بالکل قریب پہنچ چکے تھے ـ سائمن نے ایکسیلیٹر کو پورا دبا دیا ـ کار ایک جھٹکے کے ساتھ کسی وحشی جانور کی طرح بڑھی ـ اس کی تیز روشنی میں ایک حیرت زدہ نوجوان کا خاکہ دکھائی دیا ـ جس نے کار کو اپنی طرف آتے دیکھ کر چلانے کے لئے منہ کھولا ہی تھا کہ اسی لمحے وہ کار اسے کچلتی ہوئی آگے نکل گئی ـــ آگے ایک چھوٹی پل تھا ـ جس کے اوپر چھت تھی ـ ٹام چلّایا ـ
"آگے دیکھو پل ہے! ـــ ٹھیک سے گاڑی سنبھالو ـ کہیں پل سے نہ ٹکرا دینا ـ"
سائمن نے تیزی سے اسٹیرنگ کاٹا ـــ اور اب کار لکڑی کے اس پل پر آ گئی تھی ـ چھت ہونے کی وجہ سے وہاں بارش نہ تھی ـ پل اندھی سرنگ کی طرح دکھائی دے رہا تھا ـ سائمن نے کہا ـ

" وہ نوجوان یوں لگتا ہے۔ ابھی تک کار کی باڈی کے نیچے کہیں پھنسا ہوا ساتھ ہی گھسٹتا آ رہا ہے ــ"

" چلتے رہو ــ"

شام نے سنگدلی اور لاپروائی سے کہا ــ

وہ چوکس انداز میں کار کے شیشوں میں سے ادھر ادھر دیکھ رہا تھا۔ شاید ان کے علاوہ وہ پل پر اور کوئی بھی نہ تھا ــــ

ایک اسپیڈ بریکر پر کار زور سے اچھلی اور ہموار انداز میں لکڑی کے پل پر چلنے لگی۔ سائمن نے کوٹ کی آستین سے ماتھے کا پسینہ پونچھ کر کہا ــ

" اسپیڈ بریکر پر وہ گر گیا ہے! ــ اب کار ٹھیک سے چلے گی ــ اب بے فکر ہو کر کار کو آگے بڑھاتے چلو ــ ہمیں جلدی اس منحوس علاقے سے نکلنا ہے!"

ادھر وہ پل سے نکل کر پھر کھلی جگہ آ گئے تھے ۔ اور بارش کی پرشور بوچھار کار کے شیشوں پر پڑنے لگی تھی ـ شام زور سے چلایا " کار روک لو ــ"

" کار روک لوں کیوں ... پاگل ہو گئے ہو کیا ؟ ــ" اس نے حیرت سے شام کو دیکھا " یہاں رک کر کیا کرو گے ؟ ــ"

" ہم اسے زندہ چھوڑ کر نہیں جا سکتے ؟" شام نے جواب دیا " ممکن ہے ابھی تک وہ مرا نہ ہو ــ کار روک لو ــ" یہ کہہ کر اس نے بیگ سے ٹارچ نکال لی ۔ اس نے کار روک لی ــ چند لمحوں بعد شام ٹارچ اور ریوالور لے کر گاڑی سے نیچے اترا ۔ بارش طوفانی انداز میں ہو رہی تھی ــ اور ہوا اتنی تیز تھی کہ وہ مشکل سے اپنا توازن برقرار رکھ کر پل کی طرف جا رہا تھا ۔ رکتے رکتے بھی کار پل سے پچاس ساٹھ گز آگے نکل گئی تھی ۔ شام جھنجھلایا ہوا پل کی طرف جا رہا تھا ۔ ابھی وہ پل سے تقریباً بیس پچیس گز کے فاصلے پر تھا کہ وہ واقعہ پیش آیا ــــ

اس وقت ٹام کی نگاہ رخ کا ٹھ پل کی طرف تھا۔ اس لیئے اسے یہ سب کچھ صاف نظر آ رہا تھا۔ پانی کا ایک تیز پر شور ریلا آیا اور پھر پل کے تختوں کے ٹوٹنے کی آوازیں اور اس کے دیکھتے ہی دیکھتے لکڑی کا بوسیدہ پل کسی کھلونے کی طرح ٹوٹ کر ہزاروں ٹکڑوں میں بٹ گیا۔ اور موجیں مارتے ہوئے پانی کے ساتھ تنکوں کے ساتھ بہہ کر کہیں سے نکل گیا۔ ٹام جہاں کھڑا تھا۔ وہ جگہ پل کی نسبت کچھ بلند تھی۔ اس لئے پانی کا ریلا وہاں تک نہیں پہنچا تھا۔ تاہم ٹام اس پر ہول منظر سے گھبرا کر تیزی سے کار کی طرف دوڑا۔ اور چلایا۔

"چلو کار کو جتنی جلدی سے چلا سکتے ہو۔ چلا لو۔" اس نے کار کی سیٹ پر اپنے آپ کو گرا کر کہا۔

"یہاں لگتا ہے سیلاب کا زور بہت زیادہ بڑھ جائے گا۔ کہیں ہم یہاں چوہوں کی طرح پھنس کر نہ رہ جائیں۔"

دوسرے لمحے سائمن نے کار چلا دی اور ونڈ سکرین پر نظریں جمائے ہوئے بولا۔

وہ زندہ تھا کیا؟"

"نہیں۔" ٹام نے ہانپتے ہوئے کہا "میرے پہنچنے سے پہلے وہ لکڑی کا پل ٹوٹ گیا۔ اب اس کی لاش مل بھی گئی تو کوئی بھی نہ کہہ سکے گا کہ اس کی موت کا سبب کیا تھا۔ شکر ہے۔ یہاں سے تو جان چھوٹی۔"

"تمہارے خیال میں وہ کوئی پولیس کا آدمی تھا؟" سائمن نے پوچھا۔

"اور ہمیں گرفتار کرنے کے لئے کار روک رہا تھا۔ لگتا تو یونہی تھا۔"

ٹام نے رومال سے اپنا چہرہ صاف کرتے ہوئے کہا۔

"اب اس سے کیا فرق پڑے گا؟ بہرحال ہم کوئی خطرہ مول نہیں لے سکتے تھے۔ اس لئے وہ جو کوئی بھی تھا۔ اسے راستے سے ہٹانا ضروری تھا۔ تم

دیکھ ہی چکے ہو گے کہ ہمارا ایک ساتھی اختر زندہ انہیں مل گیا ہے۔ اس کے علاوہ پولیس کو دو لاشیں بھی مل گئی ہیں۔ ہمارے ساتھیوں کی لاشیں انہیں بہت بتا دیں گی اور اختر پر بھی کوئی اعتبار نہیں کیا جا سکتا ہے اب۔"

"ٹھیک ہی کہتے ہو۔"

شاہ پور کا قصبہ تاریکی میں ڈوبا ہوا تھا۔ تاریکی اور سیلاب نے وہاں کے باشندوں کو باشندوں میں مبتلا کر رکھا تھا۔ پریشان ہونے کے باوجود وہاں کا کوئی باشندہ افراتفری اور ہیجان کا شکار نہ تھا۔ گھروں کے ریڈیو تو بجلی کے بند ہونے کی وجہ سے بیکار ہو چکے تھے۔ تاہم ٹرانسسٹروں اور کار ریڈیو کے ذریعے اکثر افراد ہنگامی ہدایات مسلسل سن رہے تھے۔ سول ڈیفنس کا مختصر مگر تربیت یافتہ عملہ عوام کی مدد کے لئے سرگرم عمل ہو گیا تھا۔



قصبے کے بیمار افراد کو نسبتاً محفوظ مقامات پر منتقل کر دیا گیا تھا۔ قصبے کی دونوں دوکانوں سے سامانِ خورد و نوش اسکول کی عمارت میں منتقل کر دیا گیا تھا۔ جو اونچی جگہ پر واقع ہونے کی وجہ سے سیلاب کے خطرے سے محفوظ تھی۔ قصبے کے تین ڈاکٹروں نے اسکول کی عمارت میں اپنا کیمپ قائم کر دیا تھا۔ جب تک شام نہیں ہو گئی تھی۔ قصبے کے بیشتر افراد مویشیوں کو مضافاتی فارموں سے ہانک کر قصبے کی ان چراگاہوں میں لا رہے تھے جو مضافات

سے مقابلے میں بلندی پر واقع تھیں۔ شاہ پور کا پہاڑی قصبہ ڈیری فارموں کے لئے ملک بھر میں مشہور ہے۔ وہاں کے بیشتر افراد مویشی پالنے کا کام ہی کرتے ہیں۔

ٹیلی فون ریڈیو کا نظام معطل ہونے پر قصبے کا انسپکٹر قریشی بے شمار رضاکاروں کے ذریعے اور ذاتی طور پر قصبے کے بہت ہی افراد ہنگامی ہدایات پہنچانے کے کام میں لگ گیا تھا۔ کچھ افراد کاروں کے مالک تھے اور کار ریڈیوز پر پہلے ہی سن چکے تھے۔ کہ اس صورتِ حال میں انہیں کیا کرنا چاہیئے تھے۔ مجموعی طور پر قصبے کے افراد حیرت انگیز طور پر باحوصلہ اور زندہ دل تھے۔

سیلاب کی اس رات نعیم اپنے بہنوئی اور بھانجے کے پاس ڈرگ اسٹور میں موجود تھا۔ سلیمی بھی وہیں۔ وہ موسم گرما کے مصروف شہر میں ڈرگ اسٹور میں پارٹ ٹائم کام کیا کرتی تھی۔ اس وقت وہ سب کافی پی رہے تھے، جب کہ نوجوان اسلم کوک پی رہا تھا۔ اسلم کو اپنے ماموں نعیم کے بعد اگر کسی سے لگاؤ تھا تو وہ سلیمہ کی ذات تھی۔ یہ اس کا پہلا سنجیدہ عشق تھا۔ اور اس کے زندہ دل ماموں نے ایک مرتبہ اس موضوع پر اپنی بہن سے کہا تھا۔

"تمہارا بیٹا ابھی سے بڑا عاشق مزاج ہے۔ اگر میری عمر چند سال کم ہوتی تو میں اس کا زبردست رقیب ثابت ہو سکتا تھا۔"

عین نصف شب کے وقت مین اسٹریٹ کی شمالی سمت سے کسی کار کی دھندلی ہیڈ لائٹس دکھائی دیں کسی ہنگامی ضرورت کے بغیر ایسی بارش اور سیلاب میں کسی کار کے آنے کا سوال ہی پیدا نہ ہوتا تھا۔ اس لئے نعیم اسٹول سے اٹھ کر اپنی برساتی کے بٹن لگاتا باہر کی طرف چل دیا۔ اس کا بھانجا اسلم بھی اس کا ساتھ دینے کے ارادے سے اٹھا۔ مگر جب اس نے سلیمہ کی طرف دیکھا اور وہ بڑی ادا سے مسکرائی تو اسلم نے اپنے تخیلاتی ہیرو کا ساتھ دینے کی بجائے

اپنے خوابوں کی شہزادی کے ساتھ چند حسین لمحے گذارنے کو ترجیح دی ۔

ادھر گارڈوں کی رکاوٹ بنا کر بیٹھے ہوئے سپاہیوں نے کار کو آتا دیکھ کر اپنی اپنی کار کی ہیڈلائٹیس آن کر دیں اور ان کاروں کی رکاوٹ کو توڑ کر پار جانا ممکن نہیں تھا۔ اس لیئے وہ کار رک گئی ۔ انسپکٹر اتنی دیر میں ڈرائیور کے پاس پہنچ گیا تھا۔ اس نے سائمن کا تناؤ زدہ چہرہ دیکھا۔ پھر اس نے سائمن کی خوش باش صورت دیکھی ۔ وہ بیگ میں سے کچھ نکال رہا تھا۔ انسپکٹر نے اجنبی چہروں کو دیکھ کر متعجبانہ کہا ۔۔

"آپ لوگ کہیں باہر سے آئے ہیں ؟ ۔۔"

"ہاں !" سائمن نے کہا " ہم پہاڑی کے اس پار جار کے علاقہ میں جانا چاہتے ہیں ۔ ہمیں بہت جلدی ہے ۔ اگر آپ راستے سے کاریں ہٹالیں تو بہت ہی مہربانی ہوگی ۔۔" السلم

"انسپکٹر نے دوستانہ انداز میں مسکرا کر کہا ۔

"مجھے رکاوٹ ہٹانے پر کوئی اعتراض نہیں ہے ۔ لیکن آگے سب ہی راستے بند ہیں آپ یہاں بھی جانے کیسے پہنچ گئے ۔ ورنہ آج رات بلکہ شاید مزید دو تین دن تک یہاں سے کسی طرف جانے کا راستہ بھی نہیں ہوگا ۔ ہر طرف سیلاب ہی سیلاب ہے ۔ آپ لوگ کدھر سے آئے ہیں ؟ ۔"

" روٹ نمبر ۲۴ کی طرف سے ۔۔" سائمن نے بے فکری سے کہا ۔

" اس چھت والے پل پر سے گزر کر آئے ۔۔" اس نے حیرتناک انداز میں کہا ۔

" ہاں ! ۔۔"

" کمال ہے !۔۔" میرا تو خیال ہے کہ وہ کمزور پل اب تک سیلاب کی نذر ہو چکا ہوگا ۔ میں حیران ہوں کہ اس کار کا بوجھ اس پل نے کس طرح برداشت

کرلیا۔ کیا پل سے پہلے ہمارے آدمی نے آپ کو روکا نہیں ؟ ـــ "
" اس کا مطلب اس کا ٹارچ والے سے ہے ۔ "
" ہاں ! " انسپکٹر نے سائمن کے سوال کے جواب میں کہا ــ کار کے ڈلیش بورڈ کی روشنی میں وہ سائمن کی آنکھوں کی مخصوص قاتلانہ چمک نہ دیکھ سکا ۔ روشنی کافی مدھم تھی ۔ اس لئے وہ اس کی آنکھوں کے تاثرات کا اندازہ نہ کرسکا ۔ سائمن جلدی سے بولا ۔

" اس نے ہمیں روکا تو ضرور تھا لیکن میں جلدی میں ہونے کی وجہ سے ادھر کوئی توجہ نہ دے سکا ۔ ہم نے اس کی پرواہ کئے بغیر کار کو آگے بڑھا لیا تھا ۔ بس سمجھ لیجئے ۔ اب آپ کا آدمی اس دنیا میں نہیں ہے ـــ "
" وہ کیسے ؟ ـــ " انسپکٹر نے حیرت سے کہا ۔
" ہماری کار کے پل پر سے گذرنے کے فوراً بعد پل ٹوٹ کر بہہ گیا تھا ۔ ہم بھی بال بال بچے ہیں ـــ وہ آدمی اس وقت پل پر کھڑا تھا ۔ آہ بیچارہ پل کے ساتھ ہی بہہ گیا ـــ

" اوہ ! " انسپکٹر کہنے لگا ۔ " بہرحال آپ کا بچ جانا بھی معجزہ تھا ۔ آپ یہاں تک آ گئے ہیں ـــ لیکن اس موسم میں آگے جانے کا سوال ہی نہیں ہے ۔ " اس نے اپنی طرف نعیم کو آتے دیکھ کر کہا ـــ
" نعیم ! وہ بیچارہ اشرف پل کے ساتھ ہی بہہ گیا ۔
" میں سن چکا ہوں ! " نعیم نے اداس لہجے میں جواب دیا ـــ پھر اس نے کار کی دونوں سواریوں کو دیکھ کر کہا ـــ
" کیا آپ کو یقین ہے وہ پل کے ساتھ ہی پانی میں بہہ گیا ہے ـــ "
" میں نے اپنی آنکھوں سے اس بیچارے کو دیکھا تھا ـــ " اسلم نے جواب دیا ۔

"افسوس ہے" نعیم نے کہا۔" اس کی جوان بہن بہت روئے گی۔ دنیا میں اس کا بہن کے سوا اور کوئی نہیں ہے۔ میرا بھانجا اسلم اشرف کا بہترین دوست ہے۔ اسے بھی بہت دکھ ہو گا۔"

"آپ لوگ ڈرگ اسٹور میں جا کر گرم پانی پی لیں تو اچھا ہے" انسپکٹر نے کہا۔

"نہیں ہمیں تو آگے جانا ہے" سائمن نے جواب دیا۔

"آگے جانے کا راستہ نہیں ہے۔ سب ہی راستے سیلاب کی وجہ سے بند پڑے ہیں۔ اب تو تم لوگ یہی کر سکتے ہو کہ ڈرگ اسٹور میں جا کر کافی پیو اور انتظار کرو ڈرگ اسٹور کے مالک کے پاس ریڈیو بھی ہے۔ تم لوگ اس پر ایمرجنسی رپورٹیں سن کر خود ہی صورتِ حال کی سنگینی کا اندازہ لگا لو گے۔ صبح تک تو تمہیں بہرحال رکنا ہی پڑے گا۔ اس کے بعد امدادی عملے کے آنے پر راستہ صاف ہو جائے گا۔"

سائمن اور ٹام نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا اور مجبوراً وہیں رکنے پر رضامند ہو گئے۔ انہیں یہ اندازہ ہو گیا تھا۔ کہ وہ لوگ انہیں پہچان نہیں سکے ہیں۔ اس بات سے انہیں قدرے اطمینان تھا۔ انہوں نے اپنی کار ایک طرف پارک کر دی۔ نعیم نے ڈرگ اسٹور تک ان کی راہنمائی کی۔ راشد ڈرگ اسٹور کا مالک اس وقت کاؤنٹر پر کھڑا تھا۔ سیمہ پیالیاں دھو رہی تھی۔ اور اسلم اس کی طرف دیکھ دیکھ مسکرا رہا تھا۔

آہٹ سن کر اس نے مڑ کر دروازے کی طرف دیکھا۔ نعیم نے دونوں اجنبیوں کا تعارف کراتے ہوئے کہا۔

"یہ دونوں ابھی ابھی چوبی پل سے گذر کر آئے ہیں۔ فی الحال یہ اس قصبے میں داخل ہونے والے آخری اجنبی ہیں۔ اور پل ان کی آنکھوں کے سامنے ٹوٹا۔"

اس نے اسلم کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر اداس لہجے میں کہا۔
"اسلم یہ ایک بری خبر بھی لائے ہیں —"
"کافی پہنچ گئے آپ —" راشد نے پوچھا۔
"ہاں —" سائمن نے جواب دیا — وہ اس وقت سلیمہ کو ہولناک نظروں سے گھور رہا تھا۔
"کیا بری خبر ہے مسٹر نعیم؟ —" سلیمہ نے پوچھا —
نعیم نے اسلم کے کندھے پر ہاتھ پھیرتے ہوئے پل ٹوٹنے اور اس کے دوست کے غرق ہونے کا قصہ دہرایا جو سائمن اور ٹام نے بیان کیا تھا۔ اپنے دوست کی موت کی خبر سن کر اسلم کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ سلیمہ نے ان دونوں کی طرف دیکھ کر کہا۔
"یہ اور اشرف گہرے دوست تھے۔
"پھر تو اسے اپنے دوست کی فرض شناسی پر فخر کرنا چاہیئے —" سائمن نے کہا۔ "کیونکہ اس بیچارے نے اپنا فرض انجام دیتے ہوئے جان دی ہے۔ اس نے چلا چلا کر ہمیں آگے جانے سے باز رکھا تھا —"
"چلا چلا کر —" اسلم نے اس کی طرف حیرت سے دیکھا۔ وہ سب ہی اب ان دونوں کو حیرت اور شک سے دیکھنے لگے تھے۔ اور وہ سمجھ گئے تھے کہ یہ لوگ کوئی خطرناک ہی معاملہ میں گڑبڑ رہے ہے۔ ان لوگوں نے ہی شاید اشرف کو ختم کیا ہے۔ یہ لوگ کوئی غیر قانونی کام کرتے پھر رہے ہیں۔ سلیمہ زور سے چلائی۔
"عجیب بات ہے — اشرف تو گونگا تھا۔ گونگے کے علاوہ بہرہ بھی تھا۔ پھر وہ چلایا کیسے تھا —"
انکشاف دونوں پر پہاڑ بن کر گرا۔ اور وہ ایک لمحے کے لئے پریشان ہو گئے۔

مگر دوسرے ہی لمحے ٹام نے پستول نکال لیا۔ اور پستول اسلم کی کن پٹی سے لگا دیا، پھر اس نے نعیم کی طرف کر کہا۔

”ہلنے جلنے کی ضرورت نہیں!—“ پھر وہ گرج کر بولا ”اس سے بیشتر کہ کوئی ہلنے جلنے کی کوشش کرے ہر بات واضح ہو جانی چاہیئے۔“

اتنے میں سامن نے بھی پوزیشن لے کر اپنا ریوالور نکال لیا تھا۔ راشد اپنے نوجوان بیٹے اسلم کی طرف دیکھتا ہی رہ گیا۔ اسلم ڈرگ اسٹور کے مالک راشد کا بیٹا تھا۔ اور وہ اس وقت موت کے کنارے پر کھڑا تھا۔ نعیم بھی اپنی جگہ ہکا بکا کھڑا تھا۔ سلیمہ اس خطرناک حالت حال سے کانپ رہی تھی۔

راشد نے ذرا حوصلہ کر کے کہا۔

”یہ سب کیا ہے آخر پستولوں کی کیا ضرورت ہے۔ ہم لوگ سیلاب کی وجہ سے کافی پریشان ہیں دوسرے تم نے اس ماحول کو خوفناک کر دیا ہے!—“

”چپ چاپ کھڑے رہو!—“ ٹام نے غرا کر کہا۔ ”ورنہ اس لڑکے کی کھوپڑی اڑا دوں گا۔“ اس نے کاؤنٹر پر رکھے ہوئے ریڈیو سیٹ کی طرف دیکھ کر کہا۔

”کیا یہ ہر کام کرتا ہے؟—“

راشد نے لبوں پر زبان پھیری اور کہا۔

”ہاں!—“

”ٹھیک ہے اسے آن کر دو!—“ ٹام نے کہا۔ ”اور لڑکی تم!—“ اس نے سلیمہ کو نظروں میں لا کر کہا۔ ”اپنے دونوں ہاتھ کاؤنٹر پر رکھ دو۔ یہاں میں انہیں دیکھ کر کہا۔ ممکن ہے تم کوئی چکر چلا دو“ پھر اس نے

اپنے ساتھی سائمن سے کہا "تم ان کے پاس اسلحہ چیک کرو!"
اس نے فوراً اپنے ساتھی کے حکم کی تعمیل کی۔ مگر انہیں وہاں کسی قسم کا اسلحہ نہ ملا۔
وہ ادھر سے مطمئن ہو گئے۔
ٹام نے پھر راشد سے کہا۔
"تم اپنی دوکان بند کرو جب تک ہم یہاں ہیں کسی کو اندر نہ آنا چاہیئے!"
"لیکن میں انسپکٹر کو یہاں کی صورت حال سے واقف کراتا رہوں گا! میں نے ان سے وعدہ کیا تھا۔"
"اب اس وعدے کی ضرورت نہیں ہے!" ٹام نے کہا۔ "یہاں کی صورت حال اب سیلاب زدہ بھی نہیں رہی بلکہ بالکل مختلف ہو گئی ہے۔ اب جو کچھ میں کہوں تمہیں اس پر عمل کرنا ہو گا۔ اب تم کسی انسپکٹر کے حکم کے پابند نہیں ہو۔ چلو ریڈیو آن کرو!"
اس نے ایک گہرا سانس لے کر ریڈیو آن کر دیا۔ کوئی کہہ رہا تھا۔
"حالات میں کل صبح تک تبدیلی ہونے کا امکان ہے۔ ابھی تک سیلاب کی سطح مسلسل بلند ہو رہی ہے۔ حکام نے خبردار کیا ہے۔ کہ اس حالت میں سڑکوں پر سفر کرنا نہ صرف خطرناک ہے بلکہ اس علاقے کے بیشتر پل ناکارہ ہو جانے کی وجہ سے ممکن بھی نہیں رہا ہے۔ اگر آپ کسی محفوظ مقام پر ہیں تو وہاں سے نکلنے کی کوشش نہ کیجئے۔ ورنہ نتیجے کے خود ذمہ دار ہوں گے!"
ٹام نے آگے بڑھ کر ریڈیو بند کر دیا۔
"کیا سیلاب کے علاوہ کوئی خبر نہیں ہے!"
"گویا تم اپنے جرم کی خبر سننا چاہتے ہو" سلیمہ نے سپاٹ لہجے میں کہا۔

"بہت خوب!۔۔۔۔" ٹام نے گھور کر کہا۔ "بوڑھے تم احمق نہیں عقلمند ہو!۔۔۔۔"

"میرے ماموں واقعی عقلمند ہیں!۔۔۔۔" اسلم نے کہا۔ "یہ کسی زمانہ بہترین قانون دان تھے۔۔۔۔"

"اوہ!۔۔۔۔" ٹام بولا۔۔۔۔" اچھا تو بہترین قانون دان صاحب ذرا ان لوگوں کو بتا دیجئے۔ کہ ہم اشرف کو قتل کرنے آئے ہیں۔ ہم قاتل ہیں۔ ہم مزید قتل کرتے سے بھی دریغ نہ کریں گے۔ یہ بات انہیں سمجھا دیجئے!۔۔۔۔"

"تم اعتراف کرلیا ہے کہ تم اشرف کو قتل کیا ہے!۔۔۔۔ نعیم نے پوچھا۔۔۔۔"

"بے شک!۔۔۔۔" ٹام نے کہا۔ اور اب کوئی فرق نہیں پڑتا۔ صورت حال ہمارے حق میں ہے!۔۔۔۔" ہم نے اسے کار کے نیچے کچل دیا تھا!۔۔۔۔ یہ کہہ کر وہ استفہامیہ انداز میں مسکرانے لگا۔۔۔۔



اس کی بے دردی سے اشرف کی موت کی خبر سن کر ان کے چہروں پر درد کی لکیریں ابھر آئیں اور آنکھیں دھواں دھواں سی ہو گئیں۔ وہاں ایک بھیانک سناٹا پھیل گیا تھا۔ اسی لمحے ٹام کی غراتی ہوئی آواز گونجی۔۔۔۔ "تم واقعی بہت عقلمند ہو بوڑھے قانون دان۔ مجھے یقین ہے تم ہماری مدد کروگے!۔۔۔۔ اب تمہیں چاہیئے۔

کہ ہمیں اس منحوس علاقے سے باہر نکلنے کا کوئی راستہ بتاؤ۔ اگر کار کا راستہ نہ ہو تو ہم پیدل ہی چلے چلیں گے۔ یہ نوجوان اسلم ہمارے پاس یرغمال کے طور پر آئے گا۔ اگر تم میں سے کسی نے کوئی گڑبڑ کی تو میں اسے گولی مار دوں گا ۔" اب جلدی سے ہمیں یہاں سے نکالو ——"

راشد زور سے چلایا۔

"تم میرے بیٹے کو ساتھ نہیں لے جا سکتے۔ یہ اغوا ہے! ——"

"جو قتل کر سکتے ہیں۔ ان کے لئے اغوا کوئی مشکل بات نہیں ہے ——"

ٹام نے سائمن کی طرف دیکھا۔ کیوں سائمن غلط تو نہیں کہا میں نے ——"

سائمن نے سنگدلانہ انداز میں گردن ہلا کر کہا۔

"سائمن بالکل سچ کہا ہے ——"

کچھ دیر کے بعد ٹام نے کہا۔

"اچھا تو میزبانو! ——" ہماری رہنمائی کرو۔ جلدی ۔ بہت جلدی! ——"

کسی نے کوئی جواب نہ دیا۔ تو ٹام نے ریوالور کی نالی اسلم کے سر میں گھسیڑتے ہوئے کہا۔

"جلدی بولو میرے پاس زیادہ وقت نہیں ہے ۔ بڈھے کچھ پھوٹ منہ سے! ——"

نعیم نے بڑے حوصلے اور تحمل سے کہا۔

"یہ قصبہ پہاڑی سلسلوں کے درمیان واقع ہے۔ آنے جانے کے صرف دو ہی راستے ہیں ایک طرف سے تم آئے ہو اور پل ٹوٹ گیا ہے۔ دوسرا راستہ بارش اور سیلاب کی وجہ سے ناقابل گذر ہے۔

اس وقت تمام سڑکیں اور گذرگاہیں پانی سے بھر چکی ہیں۔ تم خود سمجھتے ہو
یہاں سے باہر جانا قریب قریب ناممکن ہے۔ ہاں اگر تم عمدہ پیراک ہو تو اور
بات ہے ۔۔۔"
کسی گھٹیا ایکٹر کی طرح مکالمے مت بولو ۔۔" ثامر غرّایا۔
"اگر دونوں راستے بند ہیں تو ہم پہاڑی سلسلہ عبور کر کے نکل جائیں گے!
"اس طوفانی بارش اور تاریکی میں؟ ۔۔۔"
"ہاں! اگر تم سا ہوشیار آدمی ہمیں راستے پر ڈال دے تو مشکل نہ ہوگا۔
"ایسی خراب حالت میں تو تم کو ماموں جان بھی سیدھا راستہ نہیں دکھا
سکتے ۔" اسلم نے سر کو حرکت دیئے بغیر کہا۔" ویسے تمہاری اطلاع کے لئے
عرض ہے۔ ماموں نعیم پہاڑی راستوں کے بارے میں سب سے زیادہ معلومات
رکھتے ہیں۔ اس قصبے کا کوئی فرد ان سے زیادہ واقفیت نہیں رکھتا۔ یہ
قصبے کے گردونواح کے چپّے چپّے سے واقف ہیں۔
نعیم نے خشمناک انداز میں اسلم کو دیکھا۔
"اسلم تم کچھ زیادہ ہی باتیں کرنے لگے ہو چپ نہیں رہ سکتے؟ ۔۔"
ثامر نے مسکرا کر کہا۔
" لائق جوان ہے۔ ہمیں مفید معلومات فراہم کر رہا ہے۔ بس تو ٹھیک
نعیم۔ اب پہاڑ کو عبور کرنے میں تم ہی ہماری مدد کرو گے۔ اور ہم فوری
طور پر روانہ ہو رہے ہیں۔ میں نہیں چاہتا کہ کوئی گاہک یہاں آئے اور معاملہ
بھانپ لے۔ اس طرح ہمیں بہت سے قتل کرنا پڑیں گے۔ چلو جلدی کرو۔۔"
سلیم نے نعیم سے مخاطب ہو کر کہا۔
"مسٹر نعیم! آپ ہرگز ایسا نہیں کریں گے۔ ان لوگوں کا کہنا ماننا ٹھیک نہ ہوگا

یوں لگتا ہے۔ جیسے یہ بہت ہی زیادہ خطرناک مجرم ہیں۔ کوئی بہت ہی
ناؤنا جرم کر چکے ہیں ــ ،،
م نے اُسے خطرناک نظروں سے گھورا۔ اسی لئے نعیم بولا۔
،، میں نے اپنی زندگی میں کچھ خطرناک جانوروں کو بڑے قریب سے دیکھا ہے
نے کو برا ناگ کو اپنا پھن لہراتے دیکھا ہے۔ میں نے ایک چیتے کو جست
انے کے لئے اسٹارٹ لیتے دیکھا ہے۔ ایسے موقعوں پر جہاں بعض اوقات
سان ان کے خلاف قدم اٹھاتا ہے۔ وہاں اسے ساکت بھی رہنا پڑتا ہے۔
میرا خیال ہے۔ ہمیں ان کے سامنے خاموش رہنا پڑے گا۔ یہاں میرے
بچے کی زندگی کا سوال ہے۔ اگر کوئی اور وقت ہوتا۔ تو میں اپنی جان دیکر
ن انسپکٹر کو ادھر متوجہ کر لیتا۔ مگر اب میں مجبور ہوں۔ میں نے اپنے بھانجے
مرتے نہیں دیکھ سکتا۔ اس لئے ہمیں ان لوگوں کی بات ماننا ہی ہوگی ــ''
پر اس نے ٹام سے مخاطب ہو کر کہا۔
،، میں تمہیں حقیقت سے آگاہ کر دوں ؟ ــ''
،، ہاں مگر ذرا جلدی ــ'' ٹام نے جواب دیا ــ
،، میرا خیال ہے کہ اس وقت پہاڑیوں پر میں بھی تمہاری رہنمائی نہیں
سکوں گا۔ ممکن ہے کہ پہاڑی نالوں نے تمام راستے تباہ کر دیئے ہوں اور
بھی تو خطرہ ہے کہ ہم ٹارچوں کے بغیر پہاڑ عبور نہ کر سکیں گے۔ اگر ہم
ال سے چپ چاپ نکل بھی جائیں۔ تو بلندی پر ٹارچوں کی حرکت دیکھ کر
بڈ کو یقیناً شبہ ہو جائے گا اور ممکن ہے وہ خود ادھر جا کر دیکھنا چاہے۔
ایسے موسم میں اوپر چڑھنے والے آخر کون ہیں ؟ ــ ،،
تم انسپکٹر کو کہہ دو کہ ہم بے حد جلدی میں ہیں اور پہاڑی سلسلہ عبور کروانے

کے لئے تمہیں بہت سا معاوضہ دے رہے ہیں۔" ٹام نے کہا۔
"ٹھیک ہے۔ لیکن میں اسلم کو ساتھ چلنے کا کیا جواز پیش کروں گا۔"
نعیم نے سوال کیا۔
ٹام زور سے ہنسا۔
"یہ کونسی مشکل بات ہے۔ کیا نوجوان لڑکے ایڈونچر کے شوقین نہیں ہو
تمہیں بہر صورت چلنا ہی ہوگا اور اس لڑکے کو لے کر جتنی جلدی آگے بڑھو تو بہتر
نعیم نے ایک ٹھنڈی آہ بھری۔ اس کی انگلیاں مسلسل گردش میں
تھیں۔ عجیب انداز میں انگلیوں کو مسل رہا تھا۔ وہ اسلم سے مخاطب ہوا۔
"تمہاری کیمپ کٹ کہاں ہے؟ — اس میں ہم پینے کا پانی لے کر چلیں گے۔
پھر اس نے سلیمہ سے کہا۔
"تم ہمارے لئے کچھ پیپر تیار کر دو۔ ہم پہاڑی کے دوسری طرف کل سہ
تک ہی پہنچ سکیں گے۔" سلیم نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ وہ نعیم کی
حرکت کرتی ہوئی انگلیوں کو بغور دیکھ رہی تھی۔
"میں اپنے کمرے میں سے کیمپ کٹ لاتا ہوں۔" اسلم نے کہا
"نہیں بیٹھو! تم یہیں بیٹھو گے" یہ ٹام نے کہا — "کیمپ کٹ
کوئی اور بھی لا سکتا ہے۔ اور سامن تم نعیم کے ہمراہ انسپکٹر کے پاس
چلے جاؤ تاکہ کوئی فضول لفظ منہ سے نہ نکال سکے۔"
"ہمیں کچھ فالتو ٹارچوں کی بھی ضرورت ہو گی" نعیم نے ٹام کی بات
پر مشتعل ہو کے کہا! —
"راشد! — تمہارے اسٹاک میں ٹارچیں تو ہوں گی؟" —

"ہاں! ــــ" راشد نے جواب دیا۔

"میں صرف پانچ منٹ تک تمہاری واپسی کا انتظار کروں گا۔" نام گھڑی دیکھ کر نعیم سے کہا۔ "اگر اس وقت تک تم انسپکٹر کو مطمئن کرکے واپس نہ آسکے تو میں سمجھوں گا کہ تم نے غلط چال چلنے کی کوشش کی ہے۔ اور پھر تمہارا یہ پیارا اسلم خون میں غسل کر رہا ہے۔ سمجھ گئے ــــ؟"

"ہاں! ــــ" نعیم نے اسلم کی طرف دیکھ کر کہا۔ "اسلم میں پانچ منٹ میں آرہا ہوں اس عرصے میں تم کچھ نہ بولو گے" یہ کہتے ہوئے اس کی انگلیاں کراس انداز میں لگاتار حرکت کر رہی تھیں "چلو مسٹر ! ــــ"

اس نے سائمن سے کہا۔

"سائمن اپنا ریوالور مجھے دے جاؤ" نام نے اپنے ساتھی سے کہا۔ "کہیں انسپکٹر کو تم پر شبہ نہ ہو جائے۔ اور نعیم کے ذہن میں کوئی گڑبڑ ہو تو میں سائمن کو یا اپنے آپ کو بچانے کی کوشش کرنے سے پہلے اس لڑکے کو گولی مار دوں گا سمجھ گئے ! ــــ"

"ہاں ! ــــ" نعیم نے کہا اور سائمن کے ساتھ باہر چل دیا۔ ہر طرف ا[illegible] پھیلی ہوئی تھی۔ صرف ان کاروں کی لائیٹس نظر آرہی تھیں۔ جو [illegible] کے حکم پر سڑک کے درمیان کھڑی کی گئی تھیں۔ پارکنگ لائیٹ [illegible] سنگ سڑک پر تیز ہوا چلنے سے کافی شور ہو رہا تھا۔ اور [illegible] بپھرے ہوئے [illegible] کی آواز بھی سنائی دے رہی تھی۔ نعیم [illegible] بند شیشے اُتار کر سوالیہ نظروں سے اسے دیکھا۔

نعیم نے نرم لہجے میں کہا۔
انسپکٹر یہ دونوں آدمی بہت جلدی میں ہیں۔ دراصل یہ آگے کاروباری سلسلے میں ضروری جانا چاہتے ہیں۔ اس لئے ان کا وہاں پہنچنا بہت ضروری ہے۔ یہ اس کے بدلے مجھے بہت معقول معاوضہ دے رہے ہیں۔ اس صورت میں میرا فرض ہے۔ کہ انہیں پہاڑوں کے دوسری طرف پہنچا دوں!۔۔۔"
"یہ تو عجیب بات ہے۔!۔۔۔ اس وقت سفر ناممکن ہے۔!۔۔۔" انسپکٹر نے کہا۔ وہ نعیم کی طرف یوں دیکھ رہا تھا جیسے وہ پاگل ہو گیا ہو۔۔۔
"خدا کر مت کیجئے کوئی عجیب بات نہیں ہے۔ ہم نیچے ہی جائیں گے!۔۔۔" وہ انگلیوں کو اضطراب انگیز انداز میں پرسکون انداز میں کہہ رہا تھا۔۔۔
"ممکن ہے پہاڑی کے باہر حالات ٹھیک ہوں! اور یہ لوگ وہاں سے گاڑی حاصل کر سکیں۔ تھوڑی بہت مشکل تو یقیناً پیش آئے گی لیکن میرا خیال ہے کہ اگر ہم جنوبی سمت میں سڑک پر چلتے چلتے سہ بہہ زدہ نالے تک جا کر اس کے کنارے چلتے ساؤل تک چلے جائیں تو ہم پہاڑی کی چوٹی کے نزدیک پہنچ جائیں گے۔ اگر میں وقت تک صبح ہو چکی ہو گی اور روشنی میں پہاڑی کے پار تک پہنچنے میں ہمیں کوئی دقت پیش نہیں آئے گی میں نے تفصیل سے آپ کو بتا دیا ہے۔ انسپکٹر!۔۔۔"
"عجیب سی بات لگتی ہے!۔۔۔" انسپکٹر نے برمحل انداز میں کہا۔

"بہر حال اسلم اور میں کوشش تو کریں گے۔ تمہیں اس لئے بتا رہا ہوں کہ تم پہاڑ پر متحرک ٹارچوں کی روشنی دیکھ کر تم پریشان نہ ہو جاؤ!۔۔۔"

"اسلم!۔۔۔ تم اسے بھی ساتھ لے جا رہے ہو۔" انسپکٹر دھاڑا۔

"ہاں"!۔۔۔ ہاں لڑکے تو ایسے ایڈونچر میں شوق سے شریک ہوتے ہیں۔!۔۔۔" نعیم نے جواب دیا۔ اور پھر تم نے جو اسے کیمپ کٹ دی ہے۔ اسے بھی استعمال کرنے کا موقع ملے گا۔۔۔"

انسپکٹر نے کچھ کہنے کے لئے منہ کھولا۔ پھر ہونٹ بھینچ لئے چند لمحوں کی ہچکچاہٹ کے بعد اس نے کہا۔

"ٹھیک ہے!۔۔۔ جاؤ۔ میں اور کیا کہہ سکتا ہوں!۔۔۔"

"انسپکٹر تم خواہ مخواہ پریشان ہو رہے ہو۔ ہم ضرور کامیاب ہو جائیں گے۔ اور ہاں ہم جنوبی سمت میں نالے تک جانے کے لئے ان کی کار استعمال کریں گے۔ اس لئے عارضی طور پر تمہیں سڑک کے درمیان سے ایک دو کاریں ہٹانا ہوں گی۔۔۔"

"ہٹا دوں گا!۔۔۔" انسپکٹر نے منہ بنا کر کہا۔ اور نعیم کچھ اور کہے بغیر سالمن کے ساتھ اسٹور میں واپس آ گیا۔

"سب ٹھیک ہے۔ ٹام!۔۔۔" سالمن نے اندر داخل ہوتے ہی اپنے ساتھی سے کہا۔

"ہم تمہاری کار میں یہاں سے روانہ ہوں گے۔ جہاں تک ممکن ہوا ہم کار ہی میں جائیں گے۔۔۔"

نعیم نے ٹام سے کہا۔ اس نے کاؤنٹر پر نگاہ ڈالی جہاں اسلم کی

کیمپ کٹ اور ایک لفافہ رکھا ہوا تھا۔ سلیم نے مری ہوئی آواز میں بتایا۔
"لفافے میں پٹیز رکھے ہیں اے ——"
"ہمیں رسی کی بھی ضرورت ہوگی۔" ٹام نے کہا —— "یہ لڑکا کار تک چلتے ہوئے تو یونہی میرے آگے چلتا رہے گا۔ کہیں پہاڑ پر چڑھتے وقت میں اسے رسی کے ذریعے اپنے ساتھ باندھوں گا تاکہ ایسی ویسی حرکت کرے تو میں اسی رسی کے ذریعے اسے اپنی طرف کھینچ کر اس کا دماغ درست کر لوں گا! ——"
"خدا کے لئے میرے بیٹے کو کچھ نہ کہنا —" راشد نے کہا۔
ٹام نے بڑے بناوٹی خلوص سے مسکرا کر کہا۔
"فکر نہ کرو مسٹر اگر نعیم ہمیں ٹھیک راستے پر لے گیا۔ تو تمہارا بیٹا بالکل محفوظ رہے گا ——"
نعیم پیپرز کا لفافہ اٹھا لیا۔ ٹام نے لپٹی ہوئی رسی اٹھا کر اپنے بیگ میں ڈال دی۔ سائمن نے کیمپ کٹ اٹھا لی۔
ٹام نے چلتے چلتے کچھ سوچ کر راشد سے کہا۔
"مسٹر تم اور مسز تم کہیں اس غلط فہمی میں نہ رہنا کہ ہمارے یہاں روانہ ہوتے ہی تم سب کچھ انسپکٹر کے علم میں لے آؤ گے اور پھر وہ کسی طریقے سے ہمارا تعاقب کر کے ہمیں گرفتار کر لے گا۔ اگر تم نے ایسا نہ کیا تو یہ تمہاری بدترین غلطی ہوگی۔ کیونکہ اگر ہمیں تعاقب کا ذرا سا بھی شبہ ہو گیا یا چلتے چلتے ہم نے اپنے آپ کو کسی قسم کے جال میں پھنستے دیکھا تو ہم کوئی اور حرکت کرنے سے پہلے تمہارے اس پیارے کو گولی مار دیں گے —"
ٹام نے اسلحہ کو کندھے سے دھکیل کر سائمن کے نزدیک کرتے ہوئے کہا ——

"مسٹر ٹام سائمن کے ساتھ چلو گے تم اور تمہارا ماموں دونوں میرے آگے آگے اس کے ساتھ چلو۔ میں تمہارے پیچھے پیچھے آؤں گا۔ میرا ہاتھ جیب میں ریوالور پر ہوگا۔ کار میں میں تمہارے پیچھے بیٹھوں گا۔ ہر وقت تم دونوں میرے پستول کی زد میں رہو گے۔ اب اسٹارٹ ہو جاؤ۔ !____"

باہر نکلتے ہی وقت بھی سلیم کے ہاتھ اسی طرح کر ورس انداز میں متحرک تھے۔ سلیمہ ان ہاتھوں کی طرف دیکھ کر کسی گہری سوچ میں ڈوبی ہوئی تھی۔ سلیم کو آگے آگے دیکھ کر انسپکٹر نے کہا۔

"نعیم تم ابھی تک پہاڑی کے دوسری طرف جانے کے فیصلے پر پابند ہو!____"

"ہاں!____ ہے"

"ٹھیک ہے تو جاؤ____ مگر میں تو یہی کہوں گا کہ یہ احمقانہ سفر ہے اندھیرے میں تمہیں ٹارچ کی محدود روشنی میں راستے کا پتہ ہی نہیں چلے گا۔ اور پھر کتنے درخت گر چکے ہونگے پہاڑی ندی نالوں نے قیامت کا حشر بپا کر رکھا ہوگا۔ دن کی روشنی سے پہلے تم آگے نہ بڑھ سکو گے۔"

"ایک یا دو گھنٹوں کے فرق سے کاروبار میں ہمیں نقصان ہو سکتا ہے" ٹام نے خوشگوار لہجے میں کہا۔ وہ اسلم کے بالکل پاس کھڑا تھا" اور میں نے سُنا ہے مسٹر نعیم تو اس علاقے کے چپے چپے سے واقف ہیں ____"

"لیکن کبھی ہوشیار ترین آدمی بھی غلطی کر جاتا ہے" انسپکٹر نے کہا۔

"بہر حال میرا خیال ہے۔ اب ہمیں چلنا چاہیئے!____" ٹام نے معذرت طلب انداز میں مسکراتے ہوئے کہا۔

سائمن نے اسٹیرنگ سنبھالا اور ٹام کی ہدایت کے مطابق وہ سب اسی ترتیب سے کار میں بیٹھ گئے۔ ٹام نے انسپکٹر کی طرف الوداعی ہاتھ ہلایا اور کار میں سوار ہو گیا۔ کار چل پڑی تو اس نے نعیم سے کہا۔

"تم نے اب تک میرا کہا مان کر عقلمندی کا ثبوت دیا ہے آئندہ بھی ایسا ہی کرنا۔"

نعیم نے کوئی جواب نہ دیا۔ وہ بار بار اپنی دونوں مٹھیاں بھینچ رہا تھا۔ اور اس کی انگلیاں مسلسل حرکت کر رہی تھیں ۔۔ اسلم اس کی انگلیوں کی طرف دیکھ رہا تھا۔ کچھ دیر بعد نعیم نے کہا۔

"شاید ہم کار کے ذریعے ایک آدھ میل ہی جا سکیں گے۔ گہرے پانی میں تو کار نہ چل سکے گی۔"

واقعی کچھ آگے چل کر پانی اتنا گہرا ہو گیا کہ سائمن نے کار روک لی نعیم نے کہا۔

"یہاں نالہ اپنے پاٹ سے باہر آ چکا ہے۔ بہتر یہی ہو گا کہ کار کو یہیں چھوڑ دیا جائے۔"

سب لوگ کار سے نکل آئے۔ ٹام کی ہدایت کے مطابق سب کے ہاتھوں میں ٹارچیں تھیں۔ ٹام نے اسلم کی کمر سے رسی باندھ کر اس کا دوسرا سرا اپنی کمر سے باندھ لیا۔

سائمن اس دوران پستول تان کر کھڑا رہا۔ پھر وہ نعیم کی رہنمائی میں آہستہ آہستہ آگے بڑھنے لگے۔ راستہ خاصا خراب تھا۔ ٹارچ کی محدود روشنی میں بارش اور سیلاب کی تباہ کاریوں کے مناظر جا بجا بکھرے نظر آ رہے تھے اب وہ ایک میدان سے گزر رہے تھے جو سیلاب زدہ نالے کے ساتھ واقع تھا۔ ٹام اور سائمن سیکرٹ سروس اور پولیس سے بچنے کے لئے آگے

بڑھ رہے تھے۔ خوش قسمتی تھی کہ یہاں کی پولیس انہیں شناخت نہ کر سکی تھی۔ نعیم اور اسلم اپنی جان بچانے کی غرض سے اُن کے ساتھ دیتے ہوئے آگے بڑھ رہے تھے۔ نعیم بوڑھا ہونے کے باوجود ان سب سے زیادہ ثابت قدم تھا۔ وہ گرتے پڑتے آگے بڑھ رہے تھے۔ نعیم کبھی کبھار اسلم کو سنبھال لیتا تھا۔

طوفان کا شور لحظہ بہ لحظہ تیز تر ہو رہا تھا۔ ٹام نے رسّی کو ہلکا سا جھٹکا دیکر اسلم کو اپنی طرف متوجہ کیا۔ اور اسے رکنے کا اشارہ کرتے ہوئے اس کے قریب آ گیا۔

"یہاں ایسا شور ہے جیسے نزدیک ہی کہیں کسی آبشار کا پانی گر رہا ہے"۔ وہ نعیم کی طرف دیکھ کر بولا۔

"ہاں! ــــ اسے ساؤل کہا جاتا ہے۔ نعیم نے جواب دیا۔" یہاں ہمیں اس ندی کے بالکل کنارے چلنا ہو گا۔ ورنہ پھر ایک لمبا چکر کاٹ کر آبشار کو پار کرنا پڑے گا۔ آبشار کو عبور کرنے کے بعد راستہ اتنا خراب نہ رہے گا۔ تاہم یہاں سب لوگ محتاط رہ کر میرے بالکل پیچھے پیچھے آئیں ورنہ پاؤں پھسلنے کا خطرہ ہے۔" وہ سب دوبارہ چل دیئے۔

اب ان کے بائیں سمت پر بپھری ہوئی ندی تھی۔ سامنے آبشار کا پانی پورے شور و غل کے ساتھ گر رہا تھا۔ چڑھائی بھی بے حد عمودی تھی۔ ٹام بار بار ٹارچ کی روشنی نعیم پر ڈال رہا تھا۔ وہ نصف ندی عبور کر چکے تھے۔ جب اچانک یوں محسوس ہوا جیسے نعیم کا پاؤں پھسل گیا ہو۔ ہوا اور پانی کے شور کے باوجود نعیم کی چیخ بڑی واضح تھی ــ اس کے دونوں ہاتھ کوئی سہارا تلاش کرنے کی بے سود کوشش میں فضا میں بلند ہوئے اور پھر اس کا

ہیولا آبشار کی جھاگ اڑاتی گہرائیوں میں گم ہو گیا۔
ٹام نے اپنی آنکھوں سے اُسے گرتے دیکھا۔ اور فوری طور پر اس نے اسلم کو پکڑ لیا۔ جو ٹارچ کی روشنی پانی پر ڈال کر دیوانہ وار اپنے ماموں کو آوازیں دے رہا تھا۔ خوف و دہشت سے سائمن کی حالت بری تھی۔ اس نے ہونٹوں پر زبان پھیرتے ہوئے کہا۔

"ہمیں آگے چلنا چاہئیے یہاں کنارے کی زمین بڑی نرم ہے۔ بوڑھے کے پاؤں رکھتے ہی ٹوٹ گئی ا۔۔۔"

"ہاں ا۔ کنارے سے ذرا پرے ہٹ کر چلنا چا۔" ٹام نے کہا۔
"چلو اسلم ا۔۔۔"

"پہلے ہم ماموں کو ڈھونڈیں گے"۔ اسلم نے روتے ہوئے کہا۔

"تمہارا دماغ خراب ہو گیا ہے ا۔" سائمن نے ... تنی بلندی پر سے گر کر کوئی زندہ رہ سکتا ہے۔ آبشار کی چٹانوں پر گر ... ں تو ہڈیاں بھی سرمہ بن گئی ہوں گی ا۔"

"تمہارے ماموں نے کہا تھا۔ کہ آبشار کے پار ... لے لئے ایک اور راستہ بھی ہے۔ یقیناً وہ اس منحوس راستے سے ... ہو گا۔ اسلم! تم اپنے ماموں کے ساتھ کئی مرتبہ اس پہاڑی پر آئے ... کیا تمہیں وہ راستہ معلوم ہے۔۔۔"

"ہاں ا۔ میرا خیال ہے میں جانتا ہوں۔ یہاں ... ایک سڑک ہے جس پر اب آمد و رفت نہیں ہو گی۔"

"بہتر ہے۔ اسے تلاش کرو۔" ٹام نے کہا۔ ... ں یہاں سے واپس قصبے جا کر تمہارے باپ اور تمہاری محبوبہ کو گولی مار دوں گا۔ چلو جلدی کرو

کوئی نصف گھنٹے تک جھاڑیوں، شکستہ درختوں میں گھومنے کے بعد اسلم نے ایک جگہ رُک کر ٹارچ کی روشنی سے ایک مقام کا جائزہ لیا اور کہا۔
"یہ رہی وہ سڑک۔"
واقعی وہاں ایک سڑک کے آثار تھے۔ ٹام نے مطمئن ہو کر کہا۔ "چلو کم از کم اس پر چلنا تو مشکل نہیں۔ اب ہم تیزی سے آگے بڑھ سکیں گے۔"
لیکن اس کے بعد جو کچھ ہوا وہ اس قدر تیزی سے ہوا کہ ٹام کو کچھ کرنے کا وقت ہی نہ مل سکا۔



یکایک ان کے سامنے۔ بالکل سامنے۔ دو ہیڈ لائٹس روشن ہو گئیں۔ جن سے سب کی آنکھیں چندھیا گئیں۔ اسی لمحے اسلم بجلی کی سی تیزی سے منہ کے بل سڑک پر لیٹ گیا۔ ٹام کو رسی بندھی ہونے کی وجہ سے ایک زوردار جھٹکا لگا۔ اس نے ہیڈ لائٹس کی روشنی کی لہر میں ایک خاکہ سا دیکھا۔ ابھی وہ اسے پہچاننے کی کوشش ہی کر رہا تھا کہ خاکے کو ریوالور سے شعلہ نکلا اور ٹام کے ماتھے پر ایک سرخ پھول نمودار ہو گیا۔ یہ خاکہ نعیم کا تھا۔ ٹام سے نپٹنے کے بعد اس نے سائمن کا نشانہ لیا۔ مگر سائمن اس سے پہلے ہی تیزی سے لپک کر آگے بڑھا۔ اور اس نے ایکدم گہرے پانیوں میں چھلانگ لگا دی۔ وہ پانیوں میں غائب ہو چکا تھا۔

نعیم نے فوراً اپنے بھانجے اسلم کو زمین سے اٹھا کر سینے سے لگا لیا۔
وہ کہہ رہا تھا۔

"خوب بہت خوب! ۔ تم بہت ذہین ہو۔ سلیمہ بھی بے حد ذہین نکلی ہمارے جانے کے بعد اس نے انسپکٹر کو سب کچھ بتا دیا۔ اور وہ اپنی جیپ لے کر یہاں آگیا۔ یہ اس کی جیپ کی ہیڈ لائیٹس کی روشنی تھی۔ تم نے میری انگلیوں کے اشارے خوب سمجھے! سلیمہ بھی میری انگلیوں کے اشارے سمجھ گئی تھی۔ یہ بھی اچھا ہی ہوا کہ ہم اشاروں کی خفیہ زبان سمجھتے تھے۔ اشرف کی موت رائیگاں نہیں گئی۔ ایک بدمعاش ختم ہو چکا ہے۔ اشرف کے ساتھ اشاروں میں باتیں کرنا آج کام آگیا ہے"

ابھی وہ خاموش ہی ہوا تھا کہ انسپکٹر اپنے دو ساتھیوں کے ساتھ وہاں آگیا۔ اس نے پوچھا۔

"نعیم دوسرا کہاں گیا؟"

"پانیوں میں جا گرا ہے!" نعیم نے کہا "یوں لگتا ہے وہ بدحواس ہو گیا تھا۔ اس لئے بنا سوچے سمجھے گہرے پانیوں میں گر گیا۔ میرا خیال ہے وہاں وہ زندہ نہ بچے گا۔"

"اس فائیل کا کیا ہوگا؟" انسپکٹر نے کہا۔

"کونسی فائیل؟" نعیم نے حیرت سے پوچھا۔

"یہ دونوں بدمعاش وزارت خارجہ کی ایک فائیل چرا کر بھاگے ہیں! تمہارے جانے کے بعد ریڈیو پر ان کا حلیہ نشر کیا گیا تھا۔ ایک تو مر گیا۔ مگر دوسرا فی الحال فرار ہو گیا ہے۔
یہ تو بہت ہی بری بات ہوئی ہے!"

"بے فکر رہیئے انسپکٹر!" نعیم نے کہا "وہ پانیوں سے باہر نہ نکل سکے گا ...."

"پھر بھی ہمیں تلاش کرنا چاہیئے!۔"

"چلیئے!۔" نعیم نے کہا۔ وہ تقریباً ایک گھنٹہ سائمن کو تلاش کرتے رہے۔ مگر وہ انہیں نہ ملا پھر وہ مایوس و ناکام مجرم کی لاش اٹھوا کر واپس لوٹ آئے!۔

سائمن ماہر پیراک تھا۔ وہ سانس لیئے بغیر کافی دیر تک پانی کی تہہ میں تیر سکتا تھا۔ اور اس نے کیا بھی یہی۔ تقریباً آدھا گھنٹہ سانس روکے پانی کے نیچے ہی نیچے تیرتا رہا۔ پھر اسے کچھ جھاڑیاں سی محسوس ہوئیں۔ وہ ان کی اوٹ لیکر پانی سے باہر نکلا۔ بیگ اس کے ہاتھ میں تھا۔ اور پانی میں بھیگ چکا تھا۔ لیکن وہ جانتا تھا کہ بیگ واٹر پروف ہے۔ اندر کی کوئی چیز پانی سے خراب نہیں ہوسکتی!۔ اسے اطمینان تھا کہ فائیل محفوظ ہے۔ پھر اس نے اپنے ساتھی شام کی موت کا خیال آیا۔ ایک لمحے کے لئے وہ آزردہ ہوگیا۔ پھر اس نے خود کو سنبھال لیا۔ وہ جانتا تھا۔ اور اس پیشے میں موت کو جلد یا بدیر گلے سے لگانا ہی پڑتا ہے۔ پھر لمبے لمبے سانس لیتا ہوا جھاڑیوں کی اوٹ لیئے سامنے ٹارچ کی روشنیوں کو متحرک دیکھتا رہا۔ وہ جانتا تھا کہ وہ لوگ اسے تلاش کر رہے ہیں۔ وہ ان کی چالاکی پر حیران رہ گیا۔ کتنی ہوشیاری سے ان لوگوں نے انہیں بیوقوف بنایا تھا اور اس کے ایک ساتھی کو موت کے گھاٹ اتار دیا تھا۔

اب اس کے پاس ان باتوں کو سوچنے کا وقت نہیں تھا۔ وہ جلد سے جلد یہاں سے نکل جانا چاہتا تھا۔ اس منحوس علاقے سے دور چلا جانا چاہتا تھا۔

مگر روشنیاں ابھی تک دوسری طرف لہرا رہی تھیں۔ وہ دم سادھے کافی تک وہاں بیٹھا رہا۔

جب روشنیاں معدوم ہوگئیں۔ اور اسے کسی قسم کی آہٹ بھی سنائی نہ دی۔ تو اپنی کمین گاہ سے نکلا۔ اور بے فکری سے پانی میں آگے تیرنے لگا وہ کافی دیر تک تیرنے کے بعد ایک آبشار کے قریب سے گذرا۔ یہاں تیرنا اس کے لئے نسبتاً مشکل تھا۔ مگر وہ فاصلہ دے کر آگے بڑھتا چلا گیا۔ ابھی وہ تھوڑی دور گیا تھا۔ کہ اسے ایک بوٹ کا ہیولا سا دکھائی دیا۔ وہ اس کی طرف تیرنے لگا۔ بوٹ پانی میں ہچکولے کھا رہی تھی۔ بارش اب بند ہوچکی تھی۔ اسے اب سردی محسوس ہونے لگی تھی۔ وہ خود کو سنبھالتا ہوا بوٹ کے قریب آگیا۔ اور ہاتھ بڑھا کر اس نے بوٹ کو تھام لیا۔ اس نے ذرا سا اونچا ہو کر دیکھا۔ اس میں ایک آدمی مردہ پڑا تھا۔ اس کے قریب چپو پڑے تھے۔ وہ اس کشتی میں بیٹھ کر کہیں جانا چاہتا ہوگا۔ مگر سیلاب اور بارش کی وجہ سے مر گیا۔ اس نے کشتی میں بیٹھ کر اس کی لاش کو اٹھایا۔ اور آہستہ آہستگی سے پانی میں چھوڑ دیا۔ اس کام سے نپٹنے کے بعد اس نے اپنے گیلے کپڑے اتارے اور انہیں نچوڑ کر دوبارہ پہن لئے۔ اور کشتی کو چپوؤں کی مدد سے کھینے لگا۔ بیگ اس نے اپنے سامنے رکھ لیا تھا۔ بیگ مرنے کے بعد ہی اس سے جدا ہو سکتا تھا۔

وہ کشتی کو کھیتا ہوا سیلاب زدہ علاقے سے نکال لایا۔ اس نے ایک پتھر کے کنارے کشتی کو چھوڑ دیا۔ اور رسہ باندھ کر نیچے اتر گیا۔ صبح ہوگئی سورج نکلنے لگا تھا۔ اس کی سنہری کرنوں سے آہستہ آہستہ اپنے نڈھال جسم میں زندگی کی لہریں دوڑتی محسوس ہونے لگیں۔ اور وہ ایک پتھر پر لیٹ گیا۔ و

کافی دیر تک وہاں لیٹا رہا۔ جب سورج کی تمازت سے اس کے کپڑے خشک ہو گئے۔ اور وہ خود بھی اپنے جسم میں ایک نئی توانائی محسوس کرنے لگا تب اس نے بیگ کھولا اور اس میں سے پٹیز کا لفافہ نکال کر پیٹیز کھانے لگا۔ خوب پیٹ بھر کر اس نے پیٹز کھائے اور پھر ارد گرد کا جائزہ لینے لگا۔ اُسے گذری ہوئی شب کے مصائب ایک خوفناک خواب کی مانند محسوس ہو رہے تھے۔ اس نے پھر گردن کو جھٹک کر اس خواب کی کیفیت سے نجات حاصل کی اور بیگ اٹھا کر آگے چل دیا۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ ایک چھوٹے سے گاؤں کے قریب سے گذرا۔ وہاں سیلاب کے کوئی آثار نہ تھے۔ سورج چمک رہا تھا۔ یوں لگ رہا تھا۔ جیسے سورج ازل سے سورج اسی طرح چمک رہا ہو۔ وہ اپنی زندگی اور فائیل کے بچ جانے پر خوش ہوتا ہوا ایک سڑک پر آگیا۔ انہوں نے وزارت خارجہ کے اسٹرانگ حصّہ سے ایک اہم فائیل اڑا کر بہت بڑا کارنامہ سر انجام دیا تھا۔ ملک پاکیشیا کی تمام سیکرٹ سروس چھوڑ کر وہ اس وقت یہاں آگیا تھا۔ اسے معلوم تھا کہ اس کام کا اسے معاوضہ بھی زیادہ ہی ملے گا۔

وہ اطمینان سے کھڑا ٹیکسی کا انتظار کرنے لگا۔ ذرا سی دیر گذری تھی کہ اسے سامنے سے ایک ٹیکسی آتی دکھائی دی۔ اس نے آگے بڑھ کر ٹیکسی کو رکنے کا اشارہ کیا۔ ٹیکسی رک گئی۔ اس نے ٹیکسی میں بیٹھ کر ڈرائیور سے ٹپ ٹاپ کلب چلنے کو کہا۔ تقریباً ایک گھنٹے کے بعد ڈرائیور نے اسے ٹپ ٹاپ کلب پہنچا دیا۔ اس نے بیگ سے روپے نکال کر ٹیکسی کا بل ادا کیا۔ اور خود کلب میں جانے سے پیشتر ایک سامنے کی دکان میں گھس گیا۔ اس نے وہاں جا کر ایک نیا سوٹ خریدا اور اسی دوکان کے ٹرائی روم

میں اسے پہن کر باہر نکل آیا۔ اب اس کی شخصیت حالت دم توڑ گئی۔ اب وہ ایک باوقا شہری دکھائی دے رہا تھا۔ وہ خوبصورت اور سمارٹ تھا۔ دکان سے نکلنے کے بعد وہ ٹاپ کلب میں آگیا۔ اس نے اندر داخل ہوتے ہی ویرانی سی محسوس کی۔ پھر وہ سیدھا کونٹر کی طرف چلا گیا۔ وہاں جیک اداس انداز میں بیٹھا تھا۔ وہ اس کے قریب جاکر بولا۔

"سیاہ پتھر ٹوٹ گیا!"

جیک نے چونک کر اسے دیکھا۔ اور بغور اسے دیکھ کر بولا۔

"مریخ سے آنے والا انسان عجیب ہے!"

سائمن نے فوراً کہا۔

"ستاروں میں فرق ہے۔

اُن کے درمیان کوڈ وا ڈز کے تبادلہ کے بعد اجنبیت ختم ہو گئی۔ اس کے فوراً بعد سائمن نے پوچھا۔

"باس کا کچھ پتہ ہے!"

"باس۔" کونٹرمین نے کہا "کلب پر چھاپہ پڑا تھا۔ ریڈ کے بعد باس اپنے ساتھیوں سمیت کہیں غائب ہو گیا۔ اور ابھی تک اس کا کوئی پتہ نہیں!"

"یقین سے کہتے ہو!" سائمن اسے گھورتے ہوئے بولا "کیا تم باس کے بارے میں بالکل نہیں جانتے!"

"ہاں۔" اس نے کہا۔ "ویسے مجھے یقین ہے۔ باس جلد ہی اپنا پتہ دے گا۔ مجھے اپنے ٹھکانے کے متعلق فون کرے گا۔" اس نے ایک گہرا سانس لیا۔

"ٹھیک ہے!" پھر وہ بولا "میں آرام کرنا چاہتا ہوں اب شام تک

مجھے کوئی ڈسٹرب نہ کرے ا—"

پھر اس نے ایک ویٹر کو بلایا اور اس سے کہا۔

"صاحب کو اوپر لے جاؤ اور کمرہ نمبر ۱۲ دے دو ا—"

وہ ویٹر کے ساتھ اوپر آ گیا۔ کمرے میں آ کر وہ بستر پر گر پڑا۔ اور سوٹ سمیت ہی سو گیا۔ تقریباً پانچ بجے اس کی آنکھ کھلی۔ اس نے باتھ روم میں جا کر غسل کیا۔ اور پھر تازہ دم ہو کر اس نے بیل دبائی۔ اسی لمحے ویٹر نے دروازے پر دستک دی۔ اس نے فوراً اٹھ کر دروازہ کھول دیا۔ پھر اس نے بیرے سے شام کی چائے لانے کو کہا۔ بیرا چلا گیا۔ اس کے جانے کے بعد اس نے بیگ کھولا۔ فائیل اس میں موجود تھی۔ اس بات سے اسے گہرے اطمینان کا احساس ہوا۔ تھوڑی دیر کے بعد ویٹر ٹرے لے آیا۔ اس نے شام کی چائے کے لوازمات پر خوب پیٹ بھرنے کے بعد اس نے کونٹرین کو فون کیا۔ اس نے بتایا —

"باس ابھی تک لاپتہ ہے ا— تم اپنے کمرے میں رہو جونہی مجھے پتہ چلا انہیں اطلاع کر دوں گا —"

اس نے ریسور کریڈل پر رکھ دیا —

جیسے ہی اس نے گھوم کر دیکھا۔ اس کے سامنے دو نقاب پوش کھڑے تھے۔ ان کے ہاتھوں میں پستول تھے۔ ان کی سُرخ سُرخ آنکھیں گھور رہی تھیں۔ ان میں سے ایک نے گرج کر کہا —

"بیگ اٹھا کر ہمارے حوالے کر دو ا—"

وہ پیچ کے عالم میں کھڑا انہیں گھورتا رہا —

"جلدی کرو ا—" دوسرا نقاب پوش گرجا — "اب اگر ایک منٹ بھی تاخیر

ہوئی تو گولی تمہارے سینے کے پار ہو گی — "
"تم کون ہو!" وہ سنبھل کر بولا۔
"اچھے بچے سوالات نہیں کرتے!" نقاب پوش تنک کر بولا۔ "جو حکم دیا جائے اس پر عمل کرتے ہیں! —"
"اس معمولی بیگ کی تمہیں کیوں ضرورت ہے!" اس نے دھیمے لہجے میں کہا۔
"اس بیگ کی قدر و قیمت ہم اچھی طرح جانتے ہیں!" وہ گرجا! "لاؤ بیگ ہمیں دو! —"
وہ جھکا۔ اسی لمحے دوسرے نقاب پوش نے سخت لہجے میں کہا۔
"کوئی شرارت مت کرنا! —"
مگر وہ شرارت کر چکا تھا۔ اس نے لپک کر پستول نکال لیا تھا۔ پھر اس نے بجلی کی سی تیزی سے نیچے گر کر سامنے فائر جھونک دیا۔ اسی لمحے نقاب پوش بھی فائر کر چکا تھا۔ سائمن کے نیچے گرنے کی وجہ سے گولی اوپر سے گزر کر دیوار میں لگی مگر سائمن کی گولی ٹھیک نشانے پر لگی۔ اور نقاب پوش سینے پر ہاتھ رکھ کر نیچے گرا۔ گرتے ہی دم توڑ گیا اس کے سینے سے خون کا فوارہ اُبل پڑا تھا —
سائمن نے اس کے گرنے کی پرواہ نہ کر کے دوسرے کی طرف فائر جھونک دیا۔ وہ بھی اس پر فائر کر چکا تھا۔ میز کی آڑ میں ہونے کی وجہ سے سائمن بچ گیا۔ مگر اس کے پستول سے نکلی ہوئی نقاب پوش کی کھوپڑی کے پرخچے اُڑا گئی۔ وہ ایک دم اٹھ کر کھڑا ہو گیا —
اس نے جلدی جلدی نقاب پوشوں کی تلاشی لی۔ مگر ان کے پاس سے

ئی ایسی چیز نہ نکلی جس سے سائمن اندازہ کر سکتا کہ وہ کس کے آدمی تھے۔
د وہ ایک لمحہ بھی ضائع کئے بغیر فون کی طرف بڑھا۔ اس نے کونٹربین کو فون
لیا۔ کونٹربین نے کہا۔

”ابھی تک باس کی کوئی اطلاع نہیں ہے ا۔۔۔“

”ٹھیک ہے ا۔“ سائمن نے کہا۔ ”میں باس کو خود ہی تلاش کر لوں گا۔
ے کمرے میں دو لاشیں پڑی ہیں تم انہیں فوراً غائب کرنے کا بندوبست کرو۔
ں یہاں سے فوراً رخصت ہو رہا ہوں۔۔۔“

”لاشیں کہاں سے آگئیں ا۔“ اسے کونٹر کی بڑبڑاہٹ سنائی دی۔

”یہ مت پوچھو ا۔“ سائمن نے کہا۔ ”مجھے بھی نہیں معلوم یہ کہتے میری کھو
ٹکھتے ہوئے کہاں سے آگئے تھے۔“ اس نے فوراً ہی ریسیور کریڈل پر
دیا۔ اور بیگ اٹھا کر باہر آگیا۔۔۔



فون کی بیل کافی دیر سے چیخ رہی تھی۔ مگر جولیا آنکھیں
ئے لیٹی تھی۔ اسے جیسے اس کی کوئی پرواہ نہ ہو۔ وہ جانتی تھی تنویر
ان دگا۔ اسے عشق کا بخار آج کل زیادہ ہی تیز چڑھا ہوا تھا۔ بار
ا۔ فون پر تنگ کرنے لگتا۔ جب گھنٹی زیادہ ہی چیخنے لگی تو وہ جھنجھلا
ٹھی اور دھاڑ کر کہا۔

"کیا بدتمیزی ہے؟—"

مگر فوراً ہی اسے اپنی غلطی کا احساس ہوگیا۔ دوسری طرف تنویر نہیں تھا۔ وہ فوراً نارمل ہوگئی—

"اتنی برہم کیوں ہو جولیا!" صفدر نے آرام سے پوچھا۔

"سوری!—" وہ نرمی سے بولی۔ "بُرا مت ماننا تنویر تنگ کر رہا تھا اس کے علاوہ ایکسٹو بھی نہیں مل رہا ہے۔ میں نے اسے کئی مرتبہ فون کیا ہے۔ میں اس سے تنویر کی شکایت کروں گی—"

"چھوڑو اس قصے کو" صفدر بولا۔ "میری بات غور سے سنو!—"

"کہو سن رہی ہوں!" جولیا نے انہماک سے کہا۔ صفدر بولنے لگا اور اسے پسینہ آنے لگا۔ وہ بہت زیادہ گھبرا گئی تھی—

"سمجھ میں نہیں آتا" جولیا پریشانی سے بولی۔ "وہ عمران ہی کی کار ستی!—"

"سو فیصدی عمران کی کار ستی!" صفدر نے کہا۔ "تحقیق کی جا چکی۔ مگر عمران کا ابھی کوئی پتہ نہیں ہے۔ فکر مت کرنا۔ آہستہ آہستہ تمام صورت حال واضح ہو جائے گی—"

وہ اتنی پریشان ہو چکی تھی۔ کہ اس نے ناشتہ بھی نہ کیا۔ اور صفدر کے فلیٹ پر جا دھمکی۔ اس نے گھنٹی بجائی۔ صفدر اسے اندر لے گیا۔ اور ان کے درمیان بحث ہونے لگی—

تھوڑی دیر بعد فون کی گھنٹی بجنے لگی۔

"ہیلو!—" صفدر اسپیکنگ!—

"تنویر کالنگ!—"

"کیسے ہو بھئی تنویر؟" صفدر نے پوچھا۔

"میں تو ٹھیک ہوں!" تنویر بولا۔ "مگر ایک خبر سنانی ہے۔ ایکسٹو غائب ہے۔ خاور لاپتہ ہے۔ اور عمران کی کار بھی گئی ہے۔ یوں لگتا ہے۔ ہمارے منہ میں خاک کہ علی عمران صاحب بھی آج اللہ کو پیارے ہو گئے۔ روز روز کا جھگڑا ہی ختم ہو گیا۔"

"میں یہ خبر سن چکا ہوں!" صفدر بولا۔ "میرا جو ہوگا سو تو ہوگا ہی۔ جولیا یہاں اداس بیٹھی ہے۔ ہم سب بہت پریشان ہیں!"

"پھر تو میں بھی پریشان ہونے کے آجاتا ہوں!"

اس نے جولیا کو بتایا کہ تنویر آ رہا ہے۔ اس پر جولیا نے بُرا سا منہ بنالیا اور صفدر سے ناراض ہو کر کہا۔

"تم نے اسے میری موجودگی کے متعلق کیوں بتایا۔"

ابھی وہ کوئی جواب دینے جا ہی رہا تھا کہ اسی لمحے فون گنگنانے لگا۔ صفدر نے ریسیور اٹھا لیا اور کہا۔

"صفدر سعید اٹینڈنگ!"

"ایکسٹو!" صفدر مؤدبانہ رویہ اختیار کر لیا۔ جولیا بھی ادھر متوجہ ہو گئی۔ پیغام سن کر اس نے ریسیور کریڈل پر رکھ دیا۔

جولیا اسے سوالیہ نگاہوں سے دیکھ رہی تھی۔ اس نے کہا۔

"کیا کہا ایکسٹو نے؟"

"ہمیں اب چوہے بننا پڑے گا!" صفدر بولا۔

"کیا مطلب!" وہ اسے گھور کر بولی۔

"ہم اپنے فلیٹوں میں قید رہیں گے!" صفدر نے کہا۔ "کوئی

ایک دوسرے سے نہ مل سکے گا۔ اور نہ ہم فلیٹوں سے باہر ہی نکل سکیں گے"

"بہت بُری خبر ہے!۔ تنویر بھی آتا ہی ہوگا!۔"

فون پھر سُروں میں گانے لگا۔

"ہیلو!۔۔"

"اوہ!۔ ٹھیک ہے ہاں میں سمجھ رہا ہوں!۔ کوئی بات نہیں۔ ابھی اطلاع دے رہا ہوں! شکریہ!!۔۔"

"کیا چکر ہے!۔ کس کا فون تھا؟ جولیا نے پوچھا۔

"ایکسٹو کا۔ اس نے دوبارہ کہا ہے!" صفدر بولا۔ "اس حکم پر سختی سے عمل کیا جائے اور دوسروں کو بھی آگاہ کر دیا جائے۔ اور تم بھی اپنے فلیٹ پر سٹک جاؤ!۔ کہیں کوئی گڑبڑ نہ ہو جائے!۔۔"

مگر وہ گئی نہیں اور دوسرے ممبروں کو فون کرتے ہوئے دیکھنے لگی۔ فون کرنے کے بعد اس نے رلیسور رکھ دیا۔ اور گہری سوچوں میں ڈوب گیا۔

پھر وہ کافی دیر کے بعد بولا۔

"ایکسٹو شاید کسی ہنگامی حالت سے برسرپیکار ہے ورنہ وہ ہمیں یوں بند نہ کرتا۔ کوئی لمبا ہی کھیلا معلوم ہوتا ہے۔ خیر تم چائے تو پیئو۔"

پھر اس نے بنا کر خود پی اور جولیا کو بھی پلائی۔۔ پھر وہ جولیا کو چھوڑنے کے لئے نیچے آیا۔ جولیا کار اسٹارٹ کر کے سڑکیں ناپنے لگی۔ وہ گہری سوچوں میں ڈوبی ہوئی تھی۔ عجیب وغریب خیالات اس کے ذہن میں چکر لگا رہے تھے۔ دماغ عجیب الجھنوں میں جکڑتا جا رہا تھا۔ وہ آہستہ رفتار سے گاڑی چلا رہی تھی۔۔

اچانک اسے ایک کار کے زور سے بریک لگنے کی آواز سنائی دی۔

اس نے چونک کر دیکھا۔ اب وہ خیالات کی دنیا سے باہر نکل آئی تھی۔ اس نے گاڑی روک کر سامنے رکی ہوئی کار کو دیکھا۔ ایک نوجوان مسکرا کر اسے دیکھ رہا تھا۔

"موسم اچھا ہے آئیے عشق کریں!" اس نے اسے نفرت سے دیکھا اور گاڑی آگے بڑھا کر اپنے فلیٹ آگئی۔



ہمارے گاڑی سے اتر اندر آگئی۔ اور لاؤنج سے گذر کر جیسے ہی وہ ہال میں آیا۔ ایک گولی فنوں سے آکر اس کی ران میں پیوست ہو گئی۔ وہ وہیں لیٹ گیا۔ مینجر بھاگ کر آیا۔ اس نے فوراً ڈاکٹر کو فون کیا۔ کیپٹن فیاض وہاں موجود تھا۔ اس نے آگے بڑھ کر زخم کا معائنہ کیا۔ اور کہا۔

"ہڈی بچ گئی ہے۔ فکر کی بات نہیں!" ہوٹل کا تمام عملہ پریشان ہو گیا تھا۔ پولیس کے کہنے پر تمام کمرے بند کر دیئے گئے۔ اب کوئی اندر باہر نہ آ جا سکتا تھا۔ پوری احتیاط اور توجہ کے ساتھ وہاں کا جائزہ لیتے گئے۔ ڈاکٹر کو بڑے ہی احتیاط سے اندر لایا گیا۔ اس نے پٹی باندھ کر کہا۔

"کوئی خطرناک زخم نہیں ہے!"

سارس نے طنزیہ انداز میں کہا۔

"کیپٹن فیاض اور عملے کی مہربانی کی وجہ سے میری جان بچ گئی ہے۔ یہاں کی پولیس اپنا فرض خوب نبھاتی ہے۔" کیپٹن فیاض نے اسے غور سے دیکھا۔ اور وہ اس کے طنز کو برداشت کر گیا۔ اسی لمحے ایک انسپکٹر اندر داخل ہوا۔ اس نے کیپٹن فیاض کی طرف دیکھ کر کہا۔

"جناب! خوب احتیاط اور توجہ سے دیکھ بھال کی گئی ہے۔ کوئی مشکوک آدمی نہیں ملا۔"

سارس اسے غور سے دیکھ کر بولا۔

"بہرحال پولیس نے اپنا فرض خوب ادا کیا ہے۔ یہ تو آپ جانتے ہی ہوں گے۔ جس نے مجھ پر حملہ کیا ہے۔ بہت چالاکی سے یہ سب کچھ ہوا ہے۔"

"مجرم کتنا ہی چالاک ہے۔" کچھ نہ کچھ ایسے نشانات چھوڑ جاتا ہے۔ جن کی وجہ سے وہ قابو میں آجاتا ہے۔ مجھے یقین ہے اس نے بھی کچھ ایسے نشانات ضرور چھوڑے ہوں گے۔ میں خود جائزہ لوں گا۔"

سارس مسکرا کر بولا۔

"آپ بہت قابل اور اچھے پولیس آفیسر ہیں جناب۔ مجھے یقین ہے آپ مجرم کو ضرور تلاش کرلیں گے۔ آپ محنتی ہیں۔ اپنے ماتحت آفیسروں پر ہی انحصار نہیں کرتے۔ بلکہ خود بھی دماغ لڑاتے ہیں۔ مجھے آپ جیسے ذہین لوگوں سے مل کر بہت خوشی ہوئی ہے۔"

وہ جانتا تھا کہ وہ طنز کر رہا ہے۔ مگر وہ برداشت کئے جا رہا تھا۔ اس اثناء میں منیجر نے چائے منگوالی اور وہ چائے پینے لگے۔ چائے سے

فارغ ہو کر سارس نے کہا۔

"میں اپنے کمرے میں جانا چاہتا ہوں ا ــــ "

اسی لمحے ہوٹل کے عملے کے دو آدمیوں نے پکڑ کر اسے کمرے میں پہنچا دیا کمرے میں پہنچتے ہی وہ کچھ پریشان سا ہو گیا۔ اسے خطرے کا احساس ہونے لگا تھا۔ خطرہ! ــــ خطرہ! ــــ اس کے شعور میں ہلچل مچا رہا تھا۔ اور اس کا یہ شعور پختہ ہوتا جا رہا تھا۔ اس کی چھٹی حس خطرے سے آگاہ کر رہی تھی۔ پھر یکایک اسے احساس ہوا کہ اس کے کمرے میں کسی نے ٹائم بم رکھا ہوا ہے جیسے اب اس کی ٹک ٹک واضح سنائی دے رہی تھی۔ اس کا زخم تازہ تھا اور اسے نقاہت کا احساس بھی ہو رہا تھا۔ پھر بھی اس نے حوصلے سے کام لیا۔ اور اپنی ٹانگ کو پکڑ کر دروازے کی طرف گھسٹنے لگا ٹک ٹک فضا میں عجیب سا شور پیدا کر رہی تھی جسے سن کر وہ پسینے سے تر اور بے حال ہونے لگا تھا۔ اس کا چہرہ پسینے میں ڈوب گیا تھا۔ پھر بھی وہ اپنی جان بچانے کے لئے دروازے کی طرف گھسٹ رہا تھا۔ اسے اس طرح گھسٹتے ہوئے شدید تکلیف کا احساس ہو رہا تھا۔ اسے یوں لگتا تھا جیسے وہ بے ہوش ہو جائے گا۔ دروازے تک پہنچنا اسے دوبھر لگ رہا تھا۔ اسے یوں محسوس ہو رہا تھا کہ جیسے وہ یہ چند قدموں کا فاصلہ صدیوں میں طے کرے گا۔ اس نے آخری کوشش اور کی۔ دروازے سے ٹلا بازی کھائی۔ وہ فوراً دروازے سے باہر تھا۔ مگر وہ اپنے زور میں لڑھکتا چلا گیا۔ سیڑھیاں قریب ہی تھیں۔ وہ سنبھل نہ سکا۔ اور سیڑھیوں سے لڑھکتا ہوا نیچے چلا گیا۔ یہی وجہ تھی۔ کہ وہ بچ گیا۔ اسی لمحے ایک قیامت خیز دھماکہ ہوا اور

اسی لمحے وہاں آگ لگ گئی۔ ہوٹل میں بھگدڑ مچ گئی۔ فائر بریگیڈ کو فون کیا گیا۔ آگ کے شعلے بلند ہوتے جا رہے تھے۔ تیجر کو سارس کا خیال آیا اور وہ سیڑھیوں کی طرف لپکا۔

سارس کو وہاں پڑے دیکھ کر وہ رک گیا۔ اس نے ہسپتال فون کیا تھوڑی دیر کے بعد ایمبولینس آ گئی اور اسے اس میں لٹا کر ہسپتال پہنچا دیا گیا۔ فائر بریگیڈ کے عملے نے بڑی مشکل سے آگ پر قابو پایا۔

سارس کئی روز ہسپتال میں رہنے کے بعد چلنے پھرنے کے قابل ہوا۔ اور پھر اس نے ارادہ کر لیا کہ وہ اب یہاں نہ رہ سکے گا۔ اس لئے وہ اُٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ اور جانے لگا۔ اسی لمحے نرس اس کی طرف آ گئی اس نے حیرت سے پوچھا۔

"کہاں جانے کا ارادہ ہے؟۔"

"ذرا سیر کرنا چاہتا ہوں"۔ اس نے مسکرا کر کہا۔

"ابھی آپ مکمل تندرست نہیں ہوئے زیادہ دُور نہ جائیے گا۔"
نرس نے ہمدردی سے کہا۔

"فکر مت کرو سسٹر۔"

سسٹر چلی گئی۔ اور وہ باہر نکل آیا۔ ذرا سا ٹہلنے کے بعد وہ کمال ہوشیاری سے نظر بچا کر ہسپتال سے باہر آیا۔ سڑک پر آ کر اس نے ایک ٹیکسی کو رکنے کا اشارہ کیا۔ ٹیکسی رک گئی۔ وہ ٹیکسی میں بیٹھ کر ایک بنگلے کے سامنے اترا۔ بوڑھے ملازم نے اس کا ادب سے خیر مقدم کیا۔ پھر وہ ایک کمرے میں آ گیا۔ کھانا کھانے کے بعد وہ سو گیا۔ آرام کرنے کے بعد اس نے بھیس بدلا۔ اب وہ ایک شوخ نوجوان لگ رہا تھا۔ جیسے کوئی غم نہ ہو۔ عیش و عشرت جس کا مقولہ ہو۔

بڈھا اسے دیکھ کر حیران رہ گیا۔ اور وہ مسکراتا ہوا اس کے قریب سے گزر کر باہر آگیا۔ اب اس نے ایک ہوٹل کا رخ کیا۔

وہاں جاکر اس نے ایک کپ کافی کا پیا۔ پھر اس نے کہیں فون کیا۔ اور خود کرسی پر بیٹھ کر سگریٹ پینے لگا۔ تھوڑی دیر کے بعد ایک نوجوان ہوٹل میں داخل ہوا۔ اور اس کے ہاتھ میں ایک تھیلا تھا۔ وہ تھیلا اس نے سارس کو تھما دیا۔ اور خود فوراً ہی وہاں سے کھسک گیا۔ اس کے جانے کے بعد وہ باتھ روم میں گھس گیا۔ وہاں جاکر اس نے تھیلے میں سے نقاب اور دستانے نکالے اور پہن لئے۔ اب وہ ایک نقاب پوش کے روپ میں ہوٹل سے باہر نکل آیا۔ اس کے قدم دور کوٹھیوں کے سلسلے کی طرف اٹھ رہے تھے۔ بڑی احتیاط کے ساتھ وہ بڑھتا چلا جا رہا تھا۔ مطلوبہ بنگلے کے سامنے جاکر وہ رک گیا۔ اس نے اوپر چڑھنے کے لئے ایک پائپ منتخب کیا۔ پھر وہ اس پائپ کے ذریعے اوپر آگیا۔ اسے یکایک سامنے قدموں کی آہٹ سنائی دی۔ وہ فوراً باتھ روم سے ملحقہ ایک کمرے میں گھس گیا۔ اگر وہ ایسا نہ کرتا تو اس کا دیکھ لیا جانا یقینی تھا۔ جب وہ آدمی گذر گیا تو اس نے ایک گہرا سانس لیا۔

کمرے میں حبس اور گھٹن کا احساس ہو رہا تھا۔ بدبو سی پھیلی ہوئی تھی۔ جیسے کمرہ برسوں سے ناقابل استعمال ہو۔ اس بو کے علاوہ بھی اسے تیز ... کا احساس ہو رہا تھا۔ وہ جس ٹارچ سے کمرے کا جائزہ لے رہا تھا ... سے نیلے رنگ کا دائرہ پیدا ہو رہا تھا۔ وہ اس دھیمے روشن دائرے ... کمرے کو بغور دیکھ رہا تھا۔ اس نے جب غور سے دیکھا تو اسے زہریلے ... ادھر ادھر بکھرے ہوئے دکھائی دیئے۔ ان ہی کی بو سے اس کا

دماغ پھٹا جا رہا تھا ۔

وہ کمرے کی تلاشی لینے لگا۔ اس کو ٹین کے ڈبے کے نیچے چھپا ہوا ایک تھیلا دکھائی دیا ۔ اس نے جلدی سے وہ تھیلا گھسیٹ لیا ۔ اور اسے کھول کر اس میں سے کاغذات نکالنے لگا ۔ اچانک باتھ روم کا دروازہ کھلا جو آدمی باتھ روم میں گیا تھا ۔ وہ اب باہر واپس جانے لگا ۔ اس نے ٹارچ آف کر دی ۔ اور دم سادھ کر بیٹھ گیا ۔ جب اسے یقین ہو گیا کہ وہ چلا گیا تو اس نے دوبارہ ٹارچ روشن کی اور تھیلے کے کاغذات کا بغور جائزہ لیا اس کی آنکھیں حیرت سے پھٹی جا رہی تھیں ۔ وہ کاغذات کو دیکھ دیکھ کر حیران ہو رہا تھا ۔ پھر فوراً ہی اس نے وہاں سے کھسکنے کا ارادہ کیا ۔ اور پائپ کے ذریعے ہی نیچے آ گیا ۔۔۔

ابھی وہ ہوٹل سے نکل کر تھوڑی دور ہی گیا تھا ۔ کہ پولیس کو دیکھ کر وہ ہکا بکا رہ گیا ۔ ایک انسپکٹر اور تین سپاہی سامنے کھڑے اسے غور سے دیکھ رہے تھے ۔ دوسرے ہی لمحے سارس نے حوصلہ کیا اور بے فکری سے تن کر ان کے قریب سے گذرنے لگا ۔ قریب پہنچتے ہی انسپکٹر نے اسے روک لیا ۔

"ٹھہرو !۔۔۔"

وہ رک گیا ۔

"کہاں جا رہے ہو ؟۔۔۔"

"سامنے کے ہوٹل میں ایک مرگ ہو گئی ۔ وہاں جا رہا ہوں !۔۔۔"

اس نے اطمینان سے کہا ۔ پولیس والے اس کا جائزہ گہری نظر دینا لے رہے تھے ۔ اور وہ اطمینان اور بے فکری سے کھڑا رہا ۔ اس نے

سی بھی گھبراہٹ کا اظہار نہ کیا۔ انسپکٹر نے کہا۔
"ہوں — جاؤ! —"
وہ بغیر کچھ کہے آگے بڑھ گیا۔ پولیس سے اس طرح جان چھوٹنے پر اس نے خدا کا شکر ادا کیا۔ پھر تیزی سے آگے بڑھتا چلا گیا۔ اس پرسکون انداز میں ایک ٹیکسی روکی اور اس میں بیٹھ کر ویلز سٹریٹ آگیا۔ جہاں سے وہ گیا تھا۔



خان صاحب کی مل میں دو نوجوان نئے ملازم لگے تھے۔ خان صاحب بارعب شخصیت کے مالک تھے۔ وہ سگار پیتے تھے۔ اور قیمتی سوٹ پہنتے تھے۔ ان کا اربوں روپے کا کاروبار تھا۔ ان کے عملے میں بے شمار لوگ کام کرتے تھے۔ اس وقت وہ اپنے شاندار کمرے میں موجود تھے۔ اور ان کے سامنے قیمتی سوٹ پہنے چند خوش باش آدمی بیٹھے تھے۔
ان میں ایک دراز قد اور خوبصورت آدمی کا اضافہ ہو گیا۔ وہ خان صاحب کی فرموں کا منیجر تھا۔ خان صاحب کی فیکٹریوں میں سائنسی آلات بھی بنتے تھے۔ اور وہ آلات باہر بھیجے جاتے تھے۔
منیجر بہت خوبصورت آدمی تھا۔ اس کی عمر پینتیس سال کے قریب تھی۔ اس کے بیٹھنے کے بعد خان صاحب اٹھے اور بارعب آواز میں کہا۔
"دوستو بظاہر ہمارا کاروبار اربوں روپے کا دکھائی دیتا ہے۔

لیکن یہ میں جانتا ہوں کہ اس وقت ہم گھاٹے میں جا رہے ہیں۔ ہمارے پاس روپے کی شدید قلت ہے۔ ہم نے جو نئی مشینری منگوائی ہے وہ روپے کے بغیر کام نہیں کر سکتی۔ اب اس کے علاوہ اس کے لئے فاضل پرزوں کی بھی ضرورت ہے۔ پرزے بغیر پیسے کے نہیں آ سکتے۔ ہمیں اب بہت زیادہ ذہانت سے کام لینا ہوگا۔

مجھے یوں لگتا ہے جیسے یہاں کے حالات خراب ہو گئے ہیں! ——

ہمیں یہاں اس ملک میں اپنا مشن مکمل کرنے کے لئے بہت ہی عقلمندی سے کام لینا ہوگا۔ ہماری مدد کی پہلی کھیپ کا جہاز اب شاید یہاں نہ پہنچ سکے۔ مجھے یوں لگتا ہے۔ جیسے اس ملک کے حکمران کو شبہ ہو گیا ہے۔ ہمیں روپے اور فاضل پرزوں کی سخت ضرورت ہے۔ اس لئے ہمیں بہترین آدمی اپنے ملک بھیجنا ہوں گے۔ جو ہمارے لئے کام کریں گے! —— جب وہ روپیہ اور پرزے لے کر آ جائیں گے تو۔ ہم اپنا کام شروع کر دیں گے۔ وہاں قریب قریب آٹھ دس آدمی موجود تھے۔

اسی لمحے ٹرانسمیٹر سے کسی کی آوازیں ابھرنا شروع ہو گئیں۔ خاں صاحب فوراً ادھر لپکے اور فریکوئنسی سیٹ کرنے کے بعد بولے۔

ہیلو! —— آپریشن زارنگ A ایمنڈنگ اوور

اے ایم کالنگ اوور۔

"مشن کا کیا رہا اوور! ——"

"معاہدے کے کاغذات چرا لئے گئے ہیں! —— یہ بہت ہی برا ہوا

ہماری طرف سے بات بالکل پکی ہو گئی تھی۔ اوور! ــــــ"

"فکر مت کرو مشن جاری رہے گا! ــــــ" کچھ نہ کچھ بہتر انتظام ہو جائے گا۔ اوور! ــــــ"

"ہمیں روپے اور پرزوں کی ضرورت ہے! ــــــ ہم اپنے دو آدمی بھیج دیں۔ اوور! ــــــ"

"نہیں! ــــــ بینک لوٹ یا کسی اور ذریعے سے روپیہ حاصل کرو ــــــ اوور! ــــــ"

"ہم ابھی اس پوزیشن میں نہیں ہیں۔ پولیس اور سیکرٹ سروس ہمارے پیچھے لگ جائیں گے۔ یوں لگتا ہے۔ جیسے وہ پہلے ہی مشتبہ ہو گئے ہیں۔ اوور۔"

"پھر تم اپنے دو آدمی بھیج دو ہم امداد کے سبب انہیں دے دیں۔ اوور! ــــــ"

"اسی طرح ہم اپنے مشن کے با مقصد حصول میں کامیاب ہو جائیں گے۔! ــــــ اوور! ــــــ"

"ٹھیک ہے مشن پایۂ تکمیل تک پہنچنا چاہیے اوور! ــــــ"

ٹرانسمیٹر کی آواز بند ہو گئی۔ انہوں نے اس کام کے لئے دو آدمی چن لئے۔ پھر انہوں نے کافی پی اور آپس میں تبادلۂ خیال کیا۔ مگر وہ اس بات سے بالکل انجان تھے کہ وہاں ایک سایہ جیسا نوجوان ان کی کارروائی ریکارڈ کر چکا تھا۔ پھر وہ فوراً ایک ایک کر کے ادھر بکھر گئے۔ وہ سایہ بھی بچتا بچاتا اپنی محفوظ جگہ سے نکلا اور باہر آگیا۔ دوسرے ہی لمحے وہ موٹر پر بیٹھا سڑک پر اڑا چلا جا رہا تھا ــــــ



انہوں نے کار اسٹارٹ کی اور کار آگے چل پڑی ۔ وہ
تھے ۔ ایک کار ڈرائیو کر رہا تھا ۔ اور دوسرا اس کے قریب
بیٹھا تھا ۔ وہ سفیر ہاؤس سے ایک اٹیچی کیس لے کر نکلے تھے ۔ ا
اٹیچی کیس ان کی کار میں موجود تھا ۔ وہ جلد سے جلد ایئرپورٹ پہ
عمران کے قریبی ملک گلستان جانا چاہتے تھے ۔ ان کا طیارہ
بعد پرواز کرنے والا تھا ۔ اس لئے وہ ہر آن رفتار بڑھا
تھا ۔ ابھی وہ ایئرپورٹ سے کچھ فاصلے پر تھے کہ سیڑھیوں کے درمیان
ایک سایہ نکلا ۔ اس کے ہاتھ میں پستول تھا ۔ اس کی آواز سخت تھی
بارعب اور خوفناک تھی ۔ اور انداز تحکمانہ تھا ۔ وہ سیاہ پوش تھا ۔
"گاڑی فوراً واپس موڑو ! ــــ اور سیدھے چلے چلو !" ــــ
اس کے ہاتھ میں پستول دیکھ کر سر فر ہو گئے ۔ اب انہیں اس
کی تعمیل کرنا ہی پڑی ۔ مگر حکم کی تعمیل کرتے کرتے سٹیرنگ سیٹ کے
بیٹھے ہوئے نوجوان نے چالاک بننے کی کوشش کی مگر دوسرے ہی
لمبا لمبا لیٹ گیا ۔ کیونکہ سیاہ پوش نے اسے ہلکا چیف لگا دیا تھا ۔ اس
سے دوسرا بالکل سیدھا ہو گیا ۔ اور اس نے گاڑی کو موڑ دیا ۔ ــــ
غرایا ۔

اب سیدھے چلے چلو۔ اب میرے پاس رحم نام کی کوئی چیز نہیں۔ یہ تم
اپنے ساتھی کی صورت میں دیکھ ہی چکے ہو۔ یہ تمہیں صرف ایک نمونہ دکھایا
ہے۔ اگر تم نے زیادہ چالاک بننے کی کوشش کی تو تمہارا حشر میں نہیں
جانتا کیا ہوگا۔"

دوسرا اتنے میں گھبرا گیا تھا۔ اس کی پیشانی سے پسینہ چھوٹ
وہ اس کے حکم کی تعمیل میں کار کو ایک عالیشان کوٹھی میں لے آیا۔ کار
رکتے ہی سیاہ پوش پیچھے اتر آیا۔ اس نے انہیں برآمدے میں چلنے
اشارہ کیا۔ وہ آگے آگے تھے۔ اور وہ پیچھے تھا۔ اچانک ایک نے پلٹ
ان پہ چھیٹ لگایا۔ سیاہ پوش لڑکھڑا گیا۔ اور پستول اس کے ہاتھ سے
دور جا گرا۔ دوسرے لمحے ابھی وہ سنبھلنے بھی نہ پایا تھا کہ دوسرے
اچھل کر اس کے منہ پر زور سے اپنا سر مارا۔ جس سے سیاہ پوش لڑھک
۔ وہ ہوش میں آ کر کار سے باہر آ گیا۔ اب وہ دو تھے۔ اس لئے انہوں
سیاہ پوش پر قابو لیا ہوتا۔ اسی لمحے انہیں سامنے ایک اور سیاہ پوش
ال دیا۔ جس نے گن کا رخ ان کی طرف کر رکھا تھا۔ دوسرا جس نے
تھی۔ فوراً اپنی کار کی طرف بھاگا۔ اسی لمحے لڑھک جانے والا
اس نے پیچھے لپکا۔ اس نے کار میں بیٹھ کر دروازہ بند کرنا چاہا۔ مگر اسی
ان پر فائر کر چکا تھا۔ گولی اس کا سینہ توڑ کر اندر گھس گئی۔ پھر وہ
۔ دوسرے لمحے اس پر وار کر دیا۔ اس نے اسے آرام سے پیچ لگایا اور
ہو کر وہیں لمبا لمبا لیٹ گیا۔ سامنے کھڑے سیاہ پوش نے اسے
نگاہوں سے دیکھا۔
بہت خوب! ۔۔۔ کمال کر دیا۔ بڑا کام دکھایا ہے! ۔۔۔"

"فضول باتیں چھوڑ دیا" سیاہ پوش نے اپنے حواس درست کر
کہا۔ ایک لاش کار میں پڑی ہے۔ اور دوسرا یہاں بے ہوش پڑا ہ
ر بے ہوش ہو گیا ہے یا چلتا بنا ا___"
"دیکھ لیتے ہیں ا___"
یہ کہہ کر انہوں نے اس کے منہ پانی کے چھینٹے مارے ۔ پھر نبض دیکھ
اگلے جہاں سدھار چکا تھا ۔
سیاہ پوش نے اٹھتے ہوئے کہا ۔
"تو یہ بھی پہنچ گیا۔ چھٹی ہوئی ا___"
"میں دونوں لاشوں کو ٹھکانے لگاتا ہوں ا___ وہ نوجوان سیاہ
پوش بولا۔ "تم اندر جاؤ ا___"
وہ اندر چلا گیا ۔۔ اس کے بعد اس نے لاش کو اٹھایا۔ اور اسے لے
کار میں ڈال دیا ۔ اب کار میں دو لاشیں ہو گئیں ۔ پھر وہ مسکراتا
اسٹیرنگ سیٹ پر آکر بیٹھ گیا ۔ گاڑی اسٹارٹ کرکے وہ باہر آگیا
ہی وہ سڑک پر آیا۔ پولیس کار اس کے پیچھے لگ گئی ۔
اس نے عقبی آئینے میں دیکھا۔ اور پولیس کو دیکھ کر مسکرانے لگ
نے پولیس کو کئی بار چکر دیئے ۔۔ اس مرتبہ بھی اس نے پولیس کو چکر د
غرض سے کار کو ایک کچی سڑک پر اتار دیا ___ سامنے ایک آبادی تھی
میں بے شمار گلیاں تھیں ۔ وہ گاڑی کو تیزی سے ایک گلی میں لے
خود نیچے اتر گیا ___ اور پھر دوسری گلی میں چلا گیا ___
وہ پولیس کو دھوکہ دینے میں کامیاب ہو گیا ___ پولیس
سے اس کے پیچھے آکر رک گئی ۔ انہوں نے اتر کر کار کی تلاشی لی

کار میں دو لاشیں ملیں۔ وہ لاشوں کا معائنہ کرنے لگے۔ انہیں کار میں کوئی ایسی شناختی چیز نہ ملی جس سے وہ مجرموں کا سراغ لگا سکتے۔ پھر چند پولیس والے بھاگ کر کار کے ڈرائیور کو تلاش کرنے لگے۔ مگر وہ انہیں کہیں بھی نہ ملا۔ وہ فرار ہو چکا تھا۔ سردی شدید تھی۔ تیز ہوا اپنے اندر خنکی سمیٹے ان کی ہڈیوں کے گودے کو جما رہی تھی۔ اس ٹھٹھرتے ہوئے موسم میں پولیس کو بہرحال اپنی کاروائی مکمل کرنا تھی۔

انھوں نے لاشوں کی تصویریں مختلف زاویوں سے اتاریں۔ مزید سراغ تلاش کرنے کی کوشش کی گئی مگر یہ کوشش ان کی ناکام ثابت ہوئی۔ انہوں نے بستی کے لوگوں سے بھی پوچھ گچھ کی مگر کوئی بھی کچھ نہ بتا سکا۔ وہ مجرموں کی کار کو وہاں دیکھ کر خود حیران تھے۔ پولیس انسپکٹر مسلسل ناکامی سے جھنجھلا گیا۔ اور اس نے واپس چلنے کا اعلان کیا۔ لاشیں ہسپتال پہنچا دی گئیں۔ اور وہ پولیس اسٹیشن کی طرف چل پڑے۔ پولیس جا چکی تھی۔ مگر وہ سیاہ پوش نوجوان ابھی تک ایک چھوٹے سے گھر کے مکینوں کو پستول سے کور کئے ہوئے تھا۔ پولیس سے بچ کر وہ اس گھر میں گھس گیا تھا۔ اس نے پستول دکھا کر سب کو ایک جگہ جمع کر لیا تھا۔ گھر والوں کے چہروں پر شدید خوف و ہراس جھلک رہا تھا۔ اور وہ اسے گھبرائی گھبرائی نظروں سے دیکھ رہے تھے۔

جب اسے یقین ہو گیا۔ کہ پولیس جا چکی ہے۔ تو وہ ان لوگوں کو چھوڑ کر باہر نکل آیا۔ اور سڑک پر ایک طرف چل پڑا۔ سنسان رات میں اس کے قدموں کی آہٹ عجیب سی لگ رہی تھی۔ وہ چھپتا چھپاتا آگے بڑھتا چلا جا رہا تھا۔



وہ سب ایک کمرے میں موجود تھے۔ سامنے ایک مشین کے بلب جھپک رہے تھے۔ وہ خاموشی سے ادھر دیکھنے لگے۔ پھر اس مشین میں مترنم سیٹیاں بجنے لگیں۔ عجیب سا ساز بج رہا تھا۔ اس کے بعد کمرے میں ایک دم گہرا سکوت چھا گیا۔

خان فوراً ادھر بڑھا۔ ٹرانسمٹر میں سے آواز آنے لگی۔

"ہیلو آپریشن کارش اوور!"

"یس سیف اسٹینڈنگ اوور!"

"جہاز چلا گیا۔ اور وہ ابھی تک نہیں پہنچے۔ اوور!"

"یہ کیا بک رہے ہو اوور!" آواز میں جوش اور غراہٹ تھی۔

"ٹھیک کہہ رہا ہوں! انہیں ہر جگہ ڈھونڈا گیا۔ مگر ہم ناکام رہے اوور!"

"جو کچھ ہو رہا ہے۔ بہت بُرا ہے۔ ہمیں زبردست زک پہنچائی رہی ہے! اوور!"

"پھر اب کیا کیا جائے سر! اوور!"

ادھر سے کوئی آواز نہ آئی۔ اچانک چٹاخ کی سی آواز آئی۔ اس کے ساتھ ہی ہلکی کشمکش کی آوازیں۔ پھر کسی کے گرنے کی آواز آئی۔

اور ایک آہ بھی سنائی دی۔ شاید یہ اس کی آہ تھی۔ یہ بڑے ہی پریشان کن
حالات تھے۔ جن کی وجہ سے وہ کافی گھبرا گئے۔ اور اس نے کمرے میں
تشویش بھرے انداز میں ٹہلنا شروع کر دیا۔ اس نے سوچا۔
یہ کون لوگ تھے جو انہیں زبردست نقصان پہنچا رہے تھے۔ اب اُن
کا مشن خطرے میں پڑتا دکھائی دے رہا تھا۔ ٹرانسمیٹر چل رہا تھا۔ مگر اب اس
ں کسی قسم کی آواز نہ آ رہی تھی۔ صرف سرسری آواز آ رہی تھی۔ اس کے
ادہ کمرے میں بالکل سکوت تھا۔

اس کے ساتھی پریشان انداز میں اس کی طرف دیکھ رہے تھے۔ اور
ہرے پر گھبراہٹ لئے ٹہلتا جا رہا تھا۔ آخر کار اس کے چہرے پر ایکدم جوش
ر غصہ منڈلانے لگا۔ اور اس نے زور سے مٹھیوں کو بھینچا پھر وہ طیش
ری آواز میں بولا۔

" سارس جانے کہاں گم ہے۔ عمران ہماری قید میں ہے۔ پھر یہ کون
ہاں جو ہمیں اس طرح شکست اور ذلت اٹھانے پر مجبور کر رہے ہیں۔
ان لوگوں کا سختی سے بندوبست کرنا پڑے گا۔" پھر ذرا رک کر غرایا۔
"سٹ اور ۳ مجھے جلد ہی ان لوگوں کے بارے میں معلومات چاہئیں۔
م ایسا نہ کر سکے تو پھر سمجھ لو تم ہمیشہ کے لئے جہنم میں پہنچ جاؤ گے۔ میں
ں اپنا مشن مکمل کر کے ہی جاؤں گا۔ اس سلسلے میں چاہے میری جان
چلی جائے۔ مجھے پرواہ نہ ہوگی۔"

ابھی وہ خاموش ہی ہوا تھا کہ سرخ بلب سپارک کرنے لگا۔ وہ
ادھر لپکا۔ اور کہا۔
"ہیلو آپریشن مارش! اوور!"

،، اسٹینڈنگ سر! اوور! ـــ ،،

،، کوئی تازہ رپورٹ! ـــ اوور! ـــ ،،

،، باس۔ گورنمنٹ سائنسدانوں کا اجلاس بلا رہی ہے۔ اس فارمولے پر ان کے درمیان بحث مباحثہ ہو گا۔ پھر ان کے درمیان ایک پیکٹ ہو اور اس پر دستخط کر دیئے جائیں گے۔ اس ملک کے علاوہ اس اجلاس میں دوسرے ملکوں کے سائنسدان بھی اکٹھے ہو رہے ہیں۔ چار روز کے بعد یہ اجلاس ہو گا۔ اوور! ـــ ،،

،، ویری فائن! ـــ اچھی رپورٹ ہے۔ یہ رپورٹ غلط تو نہیں اوو

،، نہیں باس میں کبھی غلط رپورٹ نہیں دیا کرتا۔ اوور! ـــ ،،

،، اب تمہاری کوشش ہونی چاہیئے کہ کوئی سائنسدان اپنے ملک واپس نہ جا سکے۔ سمجھ لو یہی میرا مشن ہے۔ اس مشن کی وجہ سے ہمارے کتنے ہ آدمی مارے جا چکے ہیں۔ اب ہم نہیں چاہتے کہ ہمارے اور آدمی مریں

،، ٹھیک ہے! ـــ اتنا تو بتا دیجئے کہ یہاں سے جو فارمولا اور معا چرایا گیا ہے اس کا کچھ پتہ چلا۔ ـــ اوور! ـــ ،،

،، اب مجھے اس کی پرواہ نہیں ہے۔ میرا مشن اب تکمیل کو پہنچنے والا ہے۔ تم اپنا بندوبست کر لینا۔ اور مشن کے اختتام پر عمران کو آزاد کر دینا۔ اوور

،، کیوں سر! اسے کیوں چھوڑ دیں! ـــ اوور! ـــ ،،

،، مشن کے کامیاب ہونے کے بعد وہ لوگ اپنی ناکامی پر خود ہی مر جائیں گے! ـــ اور میں جشن مناؤں گا۔ ،،

ایک آدمی اس تمام گفتگو کو نوٹ کرتا جا رہا تھا ـــ

جب گفتگو ختم ہو گئی تو اس نے وہ رپورٹ باس کے سامنے

دی۔ اب ان کے چہرے تہہ لائن ہو گئے تھے۔ سائنسدانوں
کے اجلاس کی خبر نے انہیں اطمینان اور سکون بخش دیا تھا۔ ایک نے
باس سے پوچھا۔

"مسٹر باس — اس کے بارے میں کچھ نہیں بتایا گیا کہ اجلاس کہاں
ہوگا۔ !——"

"نمبر ۲ فکر مت کرو ایک روز پہلے جگہ کے متعلق بتا دیا جائے گا۔
اس کے بعد ہمارا کام شروع ہو گا۔——"

"یہ سب کچھ ٹھیک ہے سر" مگر جو شخص ہمیں شکست دے
رہا ہے۔ اور ہماری راہ میں رکاوٹیں کھڑی کر رہا ہے۔ اس کا
کیا ہوگا؟——"

"اس کا بندوبست ایسا کروں گا کہ ساری زندگی یاد رکھے گا میں
جانتا ہوں اس کا مقصد صرف اتنا ہے۔ کہ وہ ہمیں خوفزدہ کر کے یہاں سے
بھگا دے۔ اگر ہمارے مقابلے پر اتر آیا۔ تو اسے اتنا نقصان
پہنچاؤں گا۔ کہ کبھی سر نہ اٹھا سکے گا۔ مجھے لوگ دنیائے جرم میں موت
کے بچھو سے یاد کرتے ہیں۔ میرے لئے زندگیاں چھین لینا چیونٹی کو
مسل دینے کے برابر ہے۔ !——"

پھر وہ چند لمحے رک کر بولا۔

"میں اس ملک میں اس لئے آیا ہوں کہ اپنے مشن کو مکمل
کروں۔ میرے کھوپڑی میں عقل ہے۔ اور میں اس عقل کو استعمال
کرنے کی صلاحیت رکھتا ہوں — میں پرائے ملک میں یونہی نہیں آگیا۔
اس جرم کی دنیا میں تہلکہ مچا دوں گا۔ میں کر بھی سکتا ہوں !——

[illegible] بولا۔

اب میں مشن کو مکمل کرنے کے لئے موت ہی موت بن جاؤں گا۔ لاشوں کے ڈھیر لگا دوں گا جس نے بھی میری راہ میں آنے کی کوشش کی وہ جل جائے گا — میں موت بن کران لوگوں پر ٹوٹ پڑوں گا
!——"

اُس کا سیکریٹری اس کی باتیں سن رہا تھا۔ اور سوچ رہا تھا کہ اس کا باس ڈینگیں مار رہا ہے۔ عمل سے بہت دور ہے یہاں کی سیکرٹ سروس بہت چالاک ہے۔ دیکھئے نتیجہ کیا نکلتا ہے ——



ایک نوجوان اور سارکس کمرے میں موجود تھے۔ سارکس عجیب موڈ میں تھا۔ اور وہ گا رہا تھا۔ محبوبہ! — محبوبہ اگر کوئی آئے لینے میری محبوبہ کو تو شوٹ کر دوں گا۔ اس کے ساتھ بیٹھا ہوا، نوجوان اُسے حیرت اور دلچسپی سے دیکھ رہا تھا۔

اچانک سارکس اٹھا اور وہ اس نوجوان سے لپٹ گیا۔

"میں تمہیں شوٹ کر دوں گا — میں تمہیں شوٹ کر دونگا ——"

وہ نوجوان گھبرا کر اس سے الگ ہونے کی کوشش کرتے ہوئے وہ کہہ رہا تھا۔

"سر آپ مجھے آپ شوٹ کیوں کر دو ں گا !—————"

" ابے میں جانتا ہوں تو میری محبوبہ پر آنکھ رکھتا ہے !—————
نوجوان نے حیرت سے اِدھر اُدھر دیکھا ۔

"سر !——— آپ کی محبوبہ کہاں ہے ———"

"یہ استادی چھوڑ میں جانتا ہوں !—" سارس نے کہا" میں جانتا ہوں
تو میری محبوبہ سے عشق کرتا ہے۔ میں تجھے زندہ نہ چھوڑوں گا۔ میری محبوبہ۔
محبوبہ !— میری محبوبہ !—"

وہ نوجوان کو اٹھا کر اِدھر اُدھر کمرے میں گھومنے لگا جیسے رقص کر رہا ہو۔
زمبیا کے ہوٹل کے ہال میں ہونے والا رقص ۔ وہ نوجوان جو کہ سارس کا
سیکرٹری تھا۔ بہت زیادہ گھبرا گیا۔ اور وہ اس کی باہوں کے شکنجے سے علیحدہ ہونے
کی کوشش کرنے لگا۔ گرفت سخت تھی۔ مگر پھر فوراً ہی سارس اس سے علیحدہ
ہو گیا اور ایک دم سنجیدہ ہو کر بولا ———

"کہو سیکرٹری اب کیا ارادہ ہے ؟ ———"

"سر! میری رائے ہے کہ اب اپنے آدمیوں کو کام کرنے کا موقع دیا جائے
اب وقت ٹھیک ہے ——"

"ٹھیک ہے !—" سارس بولا ۔" تم اپنے آدمیوں کے ساتھ کام کرو میں اکیلا
جاؤں گا ———"

"بہتر سر !—" سیکرٹری نے کہا ۔

وہ ایک بیس مینٹ میں داخل ہوئے ۔ وہاں عجیب و غریب حالات تھے ۔ کچھ
بدمست لوگ انہیں گھور رہے تھے ۔ ایک نے فوراً ہی ایش ٹرے میز سے اٹھا
سارس پر دے ماری ۔ سارس اچھل کر پرے ہو گیا ۔ اور عجیب سے انداز میں بولا۔

"تو تمہارے ملک میں مہمانوں کا یوں استقبال کیا جاتا ہے۔ خوب مہماں
ہو تم باس۔"
پھر اس نے ایش ٹرے مارنے والے کے جبڑے پر ایک چیپ لگایا۔ وہ لا
اور اپنا جبڑا سہلانے لگا۔
پھر وہ پیچھے ہٹنے لگے۔ وہ حیرت سے دونوں کو دیکھ رہے تھے۔ دوسر
لمحے سارس ان کے قریب سے گذرا۔ اور دوسرے کمرے میں چلا گیا۔
اور پھر تھوڑی دیر کے بعد واپس آ گیا۔ اور سیکرٹری سے مخاطب
"ان دونوں کو قتل کر دیا گیا۔ کیا تم نقید میں کام کرتے ہو باس۔"
"سر! پتہ نہیں کہاں سے دو فائر ہوئے۔ دوسرے لمحے یہ تڑپ
رہے تھے۔ اور میرے دیکھتے ہی دیکھتے اگلے جہاں سدھار گئے۔ میں کیا کر سکتا
سر!"
"تم ہر وقت شراب کے نشے میں رہتے ہو۔ اب تم جا سکتے ہو۔
آدمی کو تلاش کرو گے مگر وہ تمہیں نہیں ملے گا۔ وہ اپنا کام کر چکا ہے
سیکرٹری سر جھکا کر باہر نکل گیا۔ اور سارس کے چہرے پر سوچ کی
بکھر گئیں۔ یوں لگتا تھا۔ جیسے وہ کسی پیچیدہ مسئلے کو حل کرنے کی کوشش
میں مصروف رہے۔ پھر وہ اچانک چونکا اور فوراً اس نے ایک ملاز
اندر بلایا اور اس سے دونوں لاشیں پیک کروائیں اور پھر پیک شدہ لا
کار میں رکھوا دیں۔ اور خود کار میں بیٹھ کر اسے ڈرائیو کرتا ہوا۔ بنگلوں کو
آ گیا۔ ان بنگلوں میں بڑے بڑے آفیسر رہتے تھے۔
وہ ایک بنگلے کے سامنے پہنچ گیا۔ اس نے گاڑی روک دی۔ ایک
فوراً اس کی طرف لپکا۔ اس نے پوچھا

"کیپٹن فیاض گئے ہوئے ہیں!——"

"تم یہ بنڈل اندر رکھوا دو!" سارس نے کہا۔

سپاہی نے فوراً بنڈل اندر رکھوا دیا۔ اور سارس کیپٹن فیاض کا انتظار کرنے لگا۔ تھوڑی دیر کے بعد کیپٹن فیاض آ گیا۔ وہ فیاض کو دیکھ کر مسکرانے لگا۔ پھر وہ انکساری سے بولا۔

"آپ کے لئے ایک تحفہ لایا ہوں!——"

سارس نے بنڈل کی طرف اشارہ کیا۔

"اس کی کیا ضرورت تھی!——" فیاض نے کہا۔

"ضرورت تھی تب ہی لایا ہوں!" سارس نے معنی خیز انداز میں کہا۔

"اسے اپنے ہاتھوں سے کھولئے گا۔"

"ٹھیک ہے!——" فیاض نے لاپرواہی سے کہا۔

"اچھا اب مجھے اجازت دیجئے!——" یہ کہہ کر سارس باہر نکل آیا۔

کیپٹن فیاض نے نوکروں سے کہا۔

"اس بنڈل کو دوسرے کمرے لے آؤ!——"

انہوں نے وہ بنڈل لا کر دوسرے کمرے میں رکھ دیا۔ فیاض نے نوکروں کو باہر بھیج دیا اور خود آہستہ آہستہ بنڈل کھولنے لگے۔ جیسے جیسے وہ انہیں کھولتا جا رہا تھا۔ اس کے شوق میں اضافہ ہوتا جا رہا تھا۔ جب وہ کپڑے کو بالکل الگ کر چکا تھا۔ تو وہ گھبرا کر ایکدم پیچھے ہٹا۔ اور دونوں لاشیں لڑھک کر اس کے سامنے آ گئیں۔—— وہ پھٹی پھٹی آنکھوں سے کھلی آنکھوں کی لاشوں کی طرف دیکھنے لگا۔ پھر یکایک وہ خوفزدہ ہو گیا۔ اور اس نے ہراساں انداز میں چیخ ماری——

وہ متوحش آنکھوں سے لاشوں کو دیکھتا ہوا چیخنے لگا تھا۔ وہ ایک
پولیس آفیسر تھا۔ مگر اس بھیانک منظر نے اسے بھی خوفزدہ کر دیا تھا۔ اس کا
جسم مرتعش ہو گیا تھا۔ اعصاب تناؤ پذیر ہو گئے تھے۔ پھر وہ تیزی سے
پلٹا۔ اور دروازے کی طرف بھاگا۔ مگر دروازہ بند تھا۔ اس نے بدحواس
انداز میں پستول داغا شیشہ ٹوٹ کر چکنا چور ہو گیا۔ اور وہ دروازہ کھول
باہر گیا۔ فائر اور چیخوں کی آواز سن کر ملازم اندر آیا۔ اور وہ لاش کو دیکھ
اتنا بدحواس ہوا کہ چیختا ہوا کمرے سے نکل گیا۔ پھر اس کے بعد وہاں ایک
ہنگامے کی صورت تھی ۔۔۔



دو کاریں آگے پیچھے بھاگ رہی تھیں۔ ایک
کار سارین کی تھی۔ دوسری کار اس کے تعاقب میں اس وقت لگی تھی
جب وہ کوٹھی سے باہر نکلا تھا۔ یکایک وہ کار اوورٹیک کرنے لگی پھر اس
کار سے فائر کیا گیا۔ مگر اسی لمحے سارین نے اپنی کار کو اس کی کار کے
ساتھ ٹکرا دیا۔ اور اس کار والے کی بھیانک چیخ فضا میں ارتعاش
پیدا کر گئی ۔

اسی لمحے سارین اپنی کار کو احتیاط سے روک کر باہر آ گیا۔ اور اس
کار کی طرف بڑھنے لگا۔ اس کی لاش دروازے کے بیچ پھنسی ہوئی تھی

اس کی کھوپڑی بکھر گئی تھی ۔ سارس کو اس کے انجام پر ذرا بھی افسوس نہ ہوا۔
اس نے جلدی جلدی اس کی تلاشی لی ۔ مگر کوئی بھی شناختی چیز اسے نہ ملی ۔
پھر وہ فوراً ہی کار سے ہٹ گیا۔ اور دوبارہ اپنی کار میں بیٹھ کر بنگلے آ گیا ۔
دہاں نوجوان ملازم اس کا منتظر تھا ۔ وہ اسے دیکھ کر مسکرایا اور پوچھا ۔
"کہو سیکرٹری کیا رپورٹ ہے!"
اس نے غور سے دیکھا اور پھر شروع ہو گیا ۔
"بڑی اہم رپورٹ ہے سر! تمام ملکوں کے سائنسدان جمع ہو رہے ہیں ، ایٹمی پلانٹ کے متعلق ان کے بیچ مباحثہ ہو گا۔ اس کے بعد ایک معاہدہ ہو جائے گا ۔ مگر معاہدے کے بعد ہی ان سب کو ختم کر دیا جائے گا۔ ختم ہونے والوں میں آپ کا ڈاکٹر اکرم بھی ہو گا ۔"
"انہیں کون ختم کرے گا؟" اس نے سیکرٹری سے پوچھا ۔
"اس کا بھی پتہ چل جائے گا!" سیکرٹری نے کہا ۔
"واقعی بہت اہم خبر ہے!" سارس نے کہا " آج تم نے کمال کر دیا "
پھر اُسے جیسے کچھ یاد آ گیا ہو۔
" ایک بات اور ہے سر! وہ آپ کی دوست ہیلن جسے ہوٹل سے اغوا کیا گیا تھا۔ میں نے اس کا پتہ چلا لیا ہے!"
" یہ تو بہت زبردست معلومات ہے! فوراً اُگل دو" سارس نے کہا۔
"میرے ساتھ چلیئے!" نوجوان نے کہا " ہم اُسے چھڑا لاتے ہیں!"
"ٹھیک ہے چلو!" سارس نے رضامندی ظاہر کی ۔
وہ باہر آ گئے ۔ اسی لمحے نوجوان رُک کر بولا ۔
" ذرا ایک منٹ ٹھہریے سر! میں لیٹرین میں ہو کر آیا ۔"

"ہوں جاؤ!" سارس نے کہا۔
وہ لیٹرین آگیا۔ اس نے فوراً جیب سے ایک ڈبیہ نکالی۔ بٹن دباتے ہوئے سرخ نشانات سپارک کرنے لگا۔ سیٹیاں سی بجنے لگیں۔ جھر جھر کی آواز کے بعد ایک آواز آئی۔

"ہیلو! — آپریشن مارس! — اوور! — "
"آر۔ بی اٹینڈنگ — اوور
سر! — سارس کو اعتماد میں لے کر آپ کی لا رہا ہوں — ویسے مجھے یوں لگتا جیسے اسے مجھ پر شبہ ہو گیا ہے! — میں اسے ہیلن کو چھڑانے کے بہانے آپ کی طرف لا رہا ہوں۔ آج وہ زندہ نہ بچ سکے! — "
"تم پر شبہ ہو گیا ہے! — اوور! — "
"یس سر! — "
"بری خبر ہے! — اوور! — خیر تم اسے لے آؤ آج وہ ہم سے نہیں بچ سکے گا — "

"فکر مت کرو! — آل رائٹ اوور اینڈ آل! — "
اس نے فوراً بٹن دبا دیا۔ اور پھر وہ باہر نکل آیا۔
"فارغ ہو گئے! — " سارس نے اسے گھور کر پوچھا۔
"جی سر! چلئے — آج اس مہم سے بھی نمٹ لیں! — "
"چلو! — "
انہوں نے اسی لمحے بھیس بدل لیا۔ اب وہ سیاہ لباس میں تھے۔ اور کار میں بیٹھے ایک پہاڑی علاقے میں آگے بڑھ رہے تھے۔ کار کافی دیر تک بھاگتی رہی۔ پھر وہ ایک ویرانے میں آ گئے۔ وہاں ٹوٹے پھوٹے سے

مکانات تھے ۔ وہ غریبوں کی بستی تھی ۔اس وقت وہاں ویرانی پھیلی ہوئی تھی ۔ انہوں نے کار ذرا پرے روک لی ۔ اور پھر کار سے اتر کر ایک شکستہ سے مکان کی طرف بڑھنے لگے ۔ وہ مکان کے سامنے آ کر رک گئے ۔

پھر وہ اچھل کر اندر کو د گئے ۔ سامنے سے ایک نوجوان آ رہا تھا ۔ وہ ایک جھاڑی میں دبک گئے ۔ جیسے ہی وہ قریب آیا ۔ نوجوان نے اسے گردن سے دبوچ لیا ۔ اس نے خود کو چھڑانے کی کوشش کی مگر چھڑا نہ سکا ۔ چند لمحوں کے بعد وہ جدو جہد چھوڑ چکا تھا ۔ اس نے اسے ایک طرف پھینک دیا ۔ پھر وہ دونوں ایک کمرے طرف بڑھنے لگے ۔ ادھر ادھر دیکھ کر وہ کمرے کے اندر آ گئے ۔ کمرے میں ان کے سوا کوئی ذی روح موجود نہ تھا ۔ کمرہ بالکل خالی پڑا تھا ۔ انہوں نے ادھر ادھر ہاتھ مارا مگر انہیں کام کی چیز نہ ملی ۔ اب آگے جانے کا کوئی راستہ نہ تھا ۔ اچانک انہیں سامنے ایک شیشے کا سرکل دکھائی دیا ۔ اس چمکتے ہوئے سرکل پر اس نے ہاتھ رکھ دیا اس کے ساتھ ہی ایک دروازہ نمودار ہو گیا ۔

وہ چہرے پر کامران مسکراہٹ لئے آگے بڑھے ۔ وہ جیسے ہی اندر داخل ہوئے انہیں ایک حسین لڑکی کاؤنچ پر لیٹی ہوئی دکھائی دی ۔ اس کے سنہرے بال بکھرے ہوئے تھے ۔ یوں لگتا تھا جیسے وہ سو رہی ہو ۔ مگر وہ سو نہ رہی تھی ۔ بلکہ کربناک انداز میں لیٹی اپنے متعلق سوچ رہی تھی ۔

جونہی اس نے قدموں کی آہٹ سنی وہ چونک کر ادھر دیکھنے لگی ۔ اس کے سامنے سارس کھڑا تھا ۔ وہ متحیرانہ انداز میں اسے دیکھنے ۔ پھر اچانک اس کے چہرے پر رونق آ گئی ۔ اور فوراً ہی اس کی نیلی نیلی آنکھیں آنسوؤں میں بھیگ گئیں ۔ سارس مسکراتے ہوئے بولا ۔

"ہیلو ہیلن - کیا تمہیں یہاں زیادہ تکلیف ہوئی - تمہاری آنکھوں میں آنسو کیوں ؟ ---"

وہ بجلی کی سی سے اس کی طرف لپکی - اور دوسرے لمحے اس نے سارس کو اپنے ساتھ لپٹا لیا - اسی لمحے نوجوان نے کہا "سر جلدی چلیئے کوئی آ نہ جائے ! --- "

"آؤ ڈارلنگ ! ---" اس نے ہیلن سے کہا - اور وہ تینوں تہہ خانے سے باہر نکل آئے - جیسے ہی وہ ایک گیلری میں آئے سامنے سے آتے ہوئے دو افراد نے انہیں دیکھ لیا - اسی لمحے ان کے ہاتھوں میں پستول چمک رہے تھے - ایک نخوت بھری آواز میں بولا -

"ہاتھ اٹھا لو ! --- "

نوجوان سیکرٹری اور ہیلن نے فوراً ہاتھ اٹھا لئے - مگر سارس اسی طرح کھڑا رہا - اس کی آنکھوں میں دلچسپی اور اشتیاق تھا - وہ انہیں عجیب انداز میں دیکھ رہا تھا - گمبیر اور سخت آواز میں کہا گیا -

"تم بھی ہاتھ اٹھا لو ! --- "

"پیارے بہادرو ! ---" سارس نے مزاحیہ انداز میں کہا "یہ ہاتھ اسی وقت اٹھتے ہیں جب سامنے والے کی موت آواز دیتی ہے ! ---"

"تو تم گولی کھا کر ہی مرو گے ! --- "

"ہاں آجاؤ ! ---" سارس نے مسکرا کر کہا "اپنا یہ ارمان بھی پورا کر لو"

ابھی وہ خاموش ہی ہوا تھا کہ دونوں نوجوان ایک ساتھ چیخے اور اپنی اپنی گردن پر ہاتھ رکھ کر بیٹھتے ہی گئے - دوسرے لمحے وہ نڈھال ہو چکے تھے - نوجوان نے گھبرا کر کہا -

"انہیں کیا ہوا - انہیں گولی کس نے ماری ہے ــــ"

"پتہ نہیں ہے" سارس جلدی سے بولا" یہاں سے فوراً بھاگ چلو خطرہ ہمارے سر پر منڈلا رہا ہے ــــ"

وہ وہاں سے نکل کر باہر آ گئے - ان کے کار میں پہنچتے ہی کار کار اسٹارٹ ہو گئی - کار سارس ڈرائیو کر رہا تھا - ہیلین نے اپنی گرفتاری کا واقعہ مختصر طور پر بیان کر دیا - اس نے کہا -

"کوئی بات نہیں نمٹ لیں گے ہم ــــ"

ابھی وہ خاموش ہی ہوا تھا کہ انہیں ایک ہیلی کاپٹر کی گڑگڑاہٹ سنائی دی - ہیلی کاپٹر ان کی کار کے اوپر پرواز کر رہا تھا - اور ہر آن نیچا ہوتا جا رہا تھا - اس بات نے سارس کو خطرے سے آگاہ کر دیا - اس نے ایک ٹیلے کے قریب پہنچ کر گاڑی روک دی - اس نے نوجوان سے کہا "تم گاڑی کو تیزی سے بھگائے جاؤ ــــ"

وہ نیچے اتر کر تیزی سے ٹیلے کی طرف بھاگا - اس نے دیکھا - کار ہوا ہو گئی تھی - اور وہ خود بھی کسی محفوظ جگہ چھپنے کے لئے بھاگتا چلا جا رہا تھا -

اسی لمحے ہیلی کاپٹر نے غوطہ کھایا - وہ ایک دم اوٹ میں ہو گیا - اس کے آگے گولیوں کی بوچھاڑ ہو گئی تھی - ہیلی کاپٹر آگے نکل گیا - اس کے بعد وہ ٹیلے کی اوٹ سے باہر نکلا اور پھر بھاگنے لگا - ہیلی کاپٹر پھر پلٹ کر آیا - اب سارس تیزی سے ہیلی کاپٹر کی زد سے دور ہو رہا تھا - لیکن ہیلی کاپٹر اس کے پیچھے لگا ہوا تھا - اب ہیلی کاپٹر ہوا میں معلق ہو گیا تھا ــــ

اسے ایک شیڈ دکھائی دیا تھا۔ ٹیلہ کا کنارا تھوڑا سا آگے بڑھا ہوا تھا۔ وہ فوراً اس کے نیچے لپک گیا۔ اسی لمحے پھر گولیوں کی بوچھاڑ ہوئی۔ مگر وہ محفوظ رہا۔ وہ سامنے دیکھنے لگا۔ اسے یوں لگا جیسے اسے اجنبی آنکھیں گھور رہی ہوں۔ ابھی وہ وہاں سے نکل کر بھاگنے کے متعلق سوچ رہا تھا کہ اسے ایک گمبھیر آواز سنائی دی۔

"سارس! اب تم ہمارے قبضے میں ہو۔ ہم نے تمہیں چاروں طرف سے گھیرے میں لے رکھا ہے۔ یہاں سے تمہارا بھاگنا قریب قریب ناممکن ہے۔ تم خود کو ہمارے حوالے کر دو۔۔۔"

اس نے ادھر ادھر دیکھا۔ وہ وہاں سے بھاگنے کے لئے ذرا آگے بڑھا۔ مگر پھر رک گیا۔ دوبارہ پھر وہی آواز گونجی۔ بھاگنے کی کوشش بیسود ہو گی۔ اس نے سوچا کیا میں ان کے قبضے میں چلا جاؤں گا۔ مجبوری تو ایسی ہی ہے۔ میں بہر حال بچنے کی ہر آن کوشش کروں گا۔ یہ سوچ کر اس نے جیب میں ہاتھ ڈالا۔ اس کے ہاتھ میں سگریٹ لائیٹر تھا۔ جس میں زہر میں بجھے ہوئے تیر محفوظ تھے۔ ان ہی کی مدد سے اس نے دشمن کے دونوں آدمیوں کو موت کے گھاٹ اتارا تھا۔ اس نے وہ سگریٹ لائیٹر جیب سے نکال لیا۔ وہ سگریٹ لائیٹر بڑی خوبیوں کا مالک تھا۔ اس میں ایک ٹرانسمیٹر بھی نصب تھا۔ جس سے وہ حسبِ ضرورت فریکوئنسی بنا کر کام لے سکتا تھا۔ وہ اس وقت گومگو کی حالت میں کھڑا تھا۔ پھر آواز آئی۔

"اب تم ہمارے گھیرے میں مکمل طور پر آ گئے ہو! ۔۔۔ ذرا غور سے اپنے گرد و پیش دیکھو! ۔۔۔"

اس نے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر ارد گرد دیکھا۔ اسے یوں لگا جیسے کتنی ہی

گنیں اپنے بھیانک منہ کھولے اسے نگلنے کے لئے کھڑی ہیں - مگر وہ ذرا بھی خوفزدہ نہ ہوا - آواز نے پھر کہا -

"ایک منٹ کی مہلت ہے اس کے بعد تمہیں ختم کر دیا جائے گا - باہر آکر اپنے آپ کو ہمارے حوالے کر دو" اسے اب مجبوری تھی - اس لئے وہ باہر آگیا - اسی لمحے آٹھ دس آدمیوں نے اسے اپنے گھیرے میں لے لیا - اور وہ اسے اس شان سے ایک ہیلی کاپٹر کی طرف بڑھنے لگے - چند ہی لمحوں میں وہ ہیلی کاپٹر کے قریب آگئے - اسے اندر داخل ہونے کو کہا گیا -

سارس نے اندر کا جائزہ لیا - سامنے سیٹ پر ایک برین گن پڑی تھی - وہ بجلی کی سی تیزی سے اندر کودا - اور کمال تیزی سے برین گن اٹھا کر ان پر فائر کر دیا - اس سے پہلے کہ وہ صورت حال کو سمجھ سکتے - ان کے کئی ساتھی خون میں لت پت ہو گئے تھے - یہ اس کی پہلی کامیابی تھی - اس کامیابی سے وہ مسرور ہو گیا - پھر اس نے بے حد عجلت کے ساتھ کاکپٹ بند کر دیا - اور ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھ کر اسے اونچا اٹھانے لگا - اب وہ لوگ معاملے کی نوعیت کو اچھی طرح سمجھ گئے تھے - فوراً ہی ایک دم ہیلی کاپٹر نیچے لٹک گیا اور دوسروں نے فائرنگ کی - مگر ہیلی کاپٹر اوپر اٹھتا ہی چلا گیا -

سارس نے دیکھ لیا تھا کہ ایک آدمی نیچے لٹک رہا تھا - اس نے ہیلی کاپٹر کو زور سے غوطہ دیا - اس کے بعد اس نے دو تین جھٹکے لگائے آخر کار وہ اس آدمی کو نیچے گرانے میں کامیاب ہو گیا - اب اس کا رخ سامنے کی طرف تھا - یکایک اس نے دیکھا کہ سامنے سے تین ہیلی کاپٹر اور آ رہے ہیں - وہ سمجھ گیا کہ یہ دشمن کے ہیلی کاپٹر ہیں - اس نے اپنے ہیلی کاپٹر

ہیں اسلحے کا جائزہ لیا۔ بموں کے علاوہ کارتوس بھی موجود تھے۔ اس بار سے اسے اطمینان ہوگیا۔ اس نے اسی لمحے سامنے سے آنے والے ہیلی کاپٹروں کی زد سے اپنے ہیلی کاپٹر کو بچایا۔ مگر اتنے میں ہی وہ کام کر گئے تھے۔

انہوں نے گولیوں کا برسٹ مارا تھا۔ جس سے شیشے ٹوٹ گئے۔ اس نے بھی برین گن کا برسٹ مارا۔ اور ایک ہیلی کاپٹر ناکارہ ہوکر نیچے کی طرف جھکا۔ اور جھکتا چلا گیا۔ پھر اس میں آگ لگ گئی۔ پھر اس نے دوسرے ہیلی کاپٹر پر بھی یہی حربہ استعمال کیا۔ وہ بھی کریش ہوگیا۔ تیسرے ہیلی کاپٹر نے اس پر بھرپور حملہ کیا۔ اس نے اس کی طرف بم اچھالا۔ وہ بم ہیلی کاپٹر پر گرا۔ ایک دھماکہ ہوا۔ ہیلی کاپٹر بکھر گیا۔ مگر اس کا ہیلی کاپٹر بھی ناکارہ ہوگیا۔ اب وہ اس سے سنبھل نہ رہا تھا۔ اس خطرناک صورت حال نے اسے پریشان کر دیا۔ اسے معلوم ہوگیا کہ وہ کچھ دیر اور اس ہیلی کاپٹر میں رہا تو ہیلی کاپٹر کے ساتھ ساتھ وہ خود بھی ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے گا۔ اس لئے اب اس نے ہیلی کاپٹر سے نجات کے بارے میں سوچا۔

ہیلی کاپٹر نیچے گرتا جا رہا تھا۔ اسی لمحے ایک ہیلی کاپٹر اور کہیں سے نمودار ہوگیا۔ اس نے اس پر گولیوں کی برسات شروع کر دی۔ اس نے فوراً کارنٹ کھولا۔ اور نیچے کود گیا۔ اس نے بہت خطرناک اقدام اختیار کیا تھا۔ یہ اقدام اس کی جان لے سکتا تھا۔ مگر اسے اس کی پرواہ نہ تھی۔

وہ ایک درخت کی شاخوں میں آکر الجھ گیا۔ اسی لمحے اس پر گولیوں کی بارش ہوگئی۔ مگر وہ درختوں کی شاخوں کی وجہ سے بچ گیا۔ اب

ہیلی کاپٹر اس درخت کے اوپر ہی معلق ہو گیا تھا۔ وہ بچتا بچاتا درخت سے نیچے اترا۔ اور دوسرے درختوں کے سائے میں بھاگ نکلا۔ اسے اس ہیلی کاپٹر سے بچنا مشکل دکھائی دے رہا تھا۔ مگر اس نے ہمت نہ ہاری۔ اور وہ بھاگتا چلا گیا۔ وہ دریا کے قریب پہنچ گیا۔ اس پر گولیوں کی بوچھاڑ ہوئی۔ اور وہ جلدی سے دریا میں کود گیا۔ اور غوطہ لگا کر تہہ میں آگے ہی آگے بڑھتا چلا گیا۔ ہیلی کاپٹر والوں نے سرچ لائیٹ کا سہارا لیا۔ اور وہ لہروں پر اسے تلاش کرنے لگے۔ مگر سناٹے اور خاموشی کے سوا انہیں وہاں اور کچھ نہ ملا۔ آخر کار وہ دل برداشتہ ہو کر واپس لوٹ گئے۔



نوجوان کی جگہ اب ہیلن کار ڈرائیو کر رہی تھی۔ اور ایک ویران سڑک پر بھاگی چلی جا رہی تھی۔ دو موڑ کاٹنے کے بعد جیسے کار سامنے کی طرف چلی انہوں نے ہیڈ لائیٹس کی روشنی میں دیکھا۔ کہ ایک سیاہ کار سڑک کے بیچ آڑی کھڑی ہے۔ نوجوان زور سے چونکا جیسے اس نے کوئی بھیانک ذہنیت دیکھ لیا۔ اس کے اعصاب کشیدہ ہو گئے۔ اور اس کے چہرے پر پریشانی کے تاثرات جھلکنے لگے۔ مگر اس کے برعکس ہیلن اطمینان سے ڈرائیو کر رہی تھی۔

قریب پہنچنے پر انہوں نے دیکھا کہ برین گنیں سے لئے کتنے نوجوان کھڑے ہیں۔

ایک گرجدار آواز نے کہا "گاڑی روک کر نیچے اتر آؤ ا ——"
ان کے پاس کسی تردد کی گنجائش نہ تھی ۔ مجبوراً وہ نیچے اتر آئے ۔ پھر نرغے میں لے کر دوسری کار کی طرف دھکیلا گیا ۔ پھر آواز نے کہا ——

"اندر بیٹھو ا —— "

اندر ایک نوجوان کے علاوہ صرف ڈرائیور تھا ۔ جیسے ہی وہ کار میں داخل کمال پھرتی سے ہیلن نے اکسے رن گن چھین لی ۔ اس موقع سے فائدہ کر اس کے ساتھی نوجوان نے دوسرے کو نیچے دھکیل دیا ۔ اور وہ ڈرائیور کو کر کے دوسری طرف آ گئی ۔ اس نے ڈرائیور کو بھی نیچے پھینک دیا ۔ ان پر فائر شروع ہو گئی ۔ مگر انہیں اس بات کی کوئی پرواہ نہ تھی ۔ وہ گاڑی کو اسٹارٹ کر تیزی سے وہاں سے نکال لے گئے ۔

ادھے کار سڑک پر پوری رفتار سے بھاگ رہی تھی ۔ بدمعاش دوسری کار بیٹھ کر ان کے تعاقب میں بھاگ نکلے تھے ۔ فاصلہ بڑھتا جا رہا تھا ۔ مگر کب تک انہیں ایک نئی پریشانی نے گھیر لیا ۔ سامنے جا کر سڑک ختم ہو گئی ۔ اور سمندر پھیلا ادھر ادھر نکلنے کا کوئی راستہ نہ تھا ۔ تعاقب کرنے والی کار قریب آ گئی وہ ان سے آگے نکل کر رک گئی ۔ اور ان پر گولیوں کی برسات شروع کر دی ۔ تڑ آوازیں بھیانک رات کے ورشن پر چھینے لگیں ۔ پھر ہیلن نے کار کو جلدی ریورس کیا ۔ اور کار کو گھاٹ کی طرف بھگانے لگی ۔ اس سے پہلے کہ وہ حالات کو کر کار میں سوار ہوتے ۔ وہ گھاٹ کے قریب پہنچ چکی تھی ۔ پھر وہ جلدی سے کا سوار ہوئے اور کار کو گھاٹ کی طرف لانے لگے ——

گھاٹ پر چار لانچیں کھڑی تھیں ۔ ہیلن اپنے نوجوان ساتھی کے سا ایک لانچ میں سوار ہو گئی ۔ نوجوان نے پریشانی سے اس کی طرف دیکھا ——

"کیا تم اسے ڈرائیو کرسکتی ہو؟"

"بڑی آسانی سے!"

"پھر جلدی کرو!" نوجوان بولا۔ "وہ لوگ پہنچ گئے ہیں۔" اب وہ تیزی سے بھاگ کر دوسری لانچ کی طرف آرہے تھے۔ اس سے پہلے کہ وہ لانچ میں بیٹھتے وہ اپنی لانچ کو آگے بڑھا لے گئی تھی۔

وہ تیزی سے رفتار بڑھاتی جارہی تھی۔ اب بدمعاشوں نے بھی دوسری لانچ میں بیٹھ کر ان کا تعاقب شروع کردیا تھا۔ لہروں کا جال بن بن کر ٹوٹ رہا تھا۔ سمندر میں مدوجزر سا پیدا ہو رہا تھا۔ انجن کا شور فضا میں گونج رہا تھا۔ لانچیں آگے پیچھے سمندر میں بھاگتی جارہی تھیں۔

ہیلن کمال مہارت اور پھرتی سے لانچ کو سنبھالے ہوئے تھی۔ اور بڑی تیز رفتاری سے ڈرائیو کر رہی تھی۔ وہ ایک عورت کی اس مہارت پر حیران تھا۔ اور اسے دل ہی دل میں داد دے رہا تھا۔ وہ سوچ رہا تھا۔ بڑے مضبوط اعصاب کی مالک ہے یہ عورت بھی۔

وہ عورت واقعی بڑی دلیر تھی۔ ذرا بھی گھبرائے بغیر لانچ کو تیزی سے بھگا رہی تھی۔ مگر تعاقب میں آنے والی لانچ فاصلہ کم کرتی جارہی تھی۔ جب فاصلہ ذرا کم رہ گیا۔ تو تعاقب میں آنے والی لانچ سے فائرنگ شروع ہوگئی۔ ہیلن فائرنگ کی پرواہ کئے بغیر ڈرائیو کرتی رہی۔ اگر وہ گھوم کر پیچھے دیکھتی تو خطرہ تھا کہ لانچ کہیں چٹانوں سے نہ ٹکرا جائے۔

نوجوان نے نشانہ لے کر اپنی برین گن کا فائر کھول دیا۔ اس کا یہ فائر کامیاب رہا۔ اور تین معاش سمندر میں گر کر کڑوے پانی کا ذائقہ چکھنے لگے۔ اس نقصان پر وہ کچھ خوفزدہ ہوگئے۔ انہوں نے فائرنگ بند کردی۔ اور اپنی

لانچ کو تیزی سے ان کی لانچ کے مقابل لے آئے۔ نوجوان چلّایا۔

"ہیلن واپس کنارے کی طرف چلو ۔۔۔ "

ابھی وہ خاموش ہی ہوا تھا کہ ان پر فائرنگ شروع ہو گئی۔ دو گولیاں ہیلن
کندھے میں پیوست ہو گئیں۔ پیچھے سے خون بہنے لگا۔ وہ ذرا نہ گھبرائی۔ ا
دانت بھینچے ڈرائیو کرتی رہی۔ اس نے لانچ کو موڑ کے کنارے کی طرف کر
تھا۔ نوجوان ان پر گولیاں برسا رہا تھا۔

اس نے اپنے حواس کو بحال رکھا ہوا تھا۔ اسی لئے وہ کامیاب نشانے
رہا تھا۔۔۔ ان کی لانچ اچانک ڈگمگا کر الٹ گئی۔ اس سے نوجوان کے چہرے پر خو
کی لہریں دوڑ گئیں۔ پھر ہیلن نے لانچ گھاٹ کے کنارے سے لگا دی۔ اور و
نیچے اتر کر تیزی سے اپنی کار کی طرف لپکے۔ جیسے ہی وہ کار میں داخل ہوئے ایک
کاربن کی نال نے انہیں زد میں لے لیا۔ نوجوان ہراساں انداز میں ادھر دیکھنے
لگا۔ ہیلن سرد نگاہوں سے یہ سب کچھ دیکھ رہی تھی۔ پھر انہیں اس کار سے
اترنے پر مجبور کیا گیا۔ وہ اتر کر بدمعاشوں کی بند کار کی طرف بڑھے۔ اس دو
میں ہیلن کے زخم سے کافی خون بہہ گیا تھا۔ وہ کمزوری محسوس کر رہی تھی

تقریباً ایک گھنٹے کے بعد بند کار نے انہیں ایک بنگلے میں پہنچا دیا
انہیں ایک کمرے میں لے جایا گیا۔ ہیلن اب بے ہوش پڑی تھی۔ اور ا
کا ساتھی نوجوان دوسرے کمرے میں چلا گیا تھا۔ اس کے عیارانہ اور مکار چ
پہ کامرانی اور فتحمندی اور خوشی کی لہریں لے رہی تھی۔ اس کے سا
کمرے میں کتنے ہی بدمعاش مودب کھڑے تھے۔ وہ ان کی طرف دیکھ کر خوشگوا
لہجے میں بولا۔

"ساتھیو! ۔۔۔ مجھے تم پر فخر ہے۔ تم نے اپنے کردار کو خوب نبھایا ہے۔

ہیلن کو ذرا بھی شبہ نہ ہونے دیا۔ کہ میں اس کا ساتھی نہیں ہوں! ۔۔۔ اور تمہارا باس ہوں! ۔۔۔ اب میں ضرور اپنے مشن میں کامیاب ہو جاؤں گا۔ ایک بدمعاش نے جھک کر کہا ۔۔۔

"آپ نے بھی تو اپنا کردار خوب نبھایا ہے باس! ۔۔۔"

"میرا کردار ابھی ختم نہیں ہوا ۔۔۔ ابھی مجھے مزید اداکاری کرنا ہوگی۔ اب تم مجھے لے جا کر دوسرے کمرے میں باندھ دینا ۔۔۔ اور میرے ساتھ قیدیوں سے بدتر سلوک کرنا! ۔۔۔ سارس کے متعلق کیا رپورٹ ہے! ۔۔۔"

ایک بدمعاش نے جھک کر ادب سے کہا ۔۔۔

"جناب! وہ مر چکا ہے! ۔۔۔"

"یقین سے کہتے ہو! ۔۔۔" وہ اسے غور سے دیکھ کر بولا ۔۔۔

"جی سر! ۔۔۔"

"مگر مجھے یقین نہیں ہے! ۔۔۔ وہ بہت چالاک انسان ہے! ۔۔۔"

"مگر جناب وہ مر گیا ہے ۔۔۔ گولیاں کھا کر اسے دریا میں گرتے دیکھا گیا ہے۔"

"سمجھ لو وہ پھر زندہ ہو کر آ جائے گا۔ اب تم جلدی سے مجھے دوسرے کمرے میں لے جا کر باندھ دو! ۔۔۔ اور ہیلن کی دیکھ بھال کر کے اسے ایک کمرے میں بند کر دو ۔۔۔ اسے میرے متعلق بتانا کہ مجھے قیدی بنا کر دوسرے کمرے میں بند کر دیا گیا ہے ۔۔۔ اور اس کے ساتھ بہت برا سلوک کیا جا رہا ہے۔ اس کے زخم پر پٹی وغیرہ کر دینا! ۔۔۔"

"بہتر سر! ۔۔۔"

پھر اس نے نمبر ۵ کی طرف دیکھ کر کہا ۔

"تم نے بھی خوب محنت کی ہے۔ تمہیں اس کا صلہ ضرور ملے گا ۔۔۔ اس مشن کے

بعد تمہارے لئے کوئی بہت شاندار منصب ڈھونڈا جائے گا۔"

"شکریہ باس۔"

"سنو! مجھے یقین ہے سارس زندہ ہے۔ اب مجھے دوبارہ ہیلن کو واپس لے جانا پڑے گا۔ تم میری راہ میں اسی طرح دیوار بن جانا۔ اور دشمنوں کی طرح ڈٹ کر مقابلہ کرنا۔ سمجھ گئے۔"

"سمجھ گئے سر۔" نمبر ۳ نے گردن ہلا کر کہا۔

"سارس کو اس کے مخصوص اڈوں پر تلاش کرو۔ وہ تمہیں نظر آجائے گا۔"

"ایسا ہی ہوگا سر۔" نمبر ا نے کہا۔

پھر وہ کافی پینے میں مصروف ہوگیا۔ اسی لمحے نمبر ۹ بھاگا بھاگا آیا۔ اس نے کہا۔

"سر! نمبر ۱۳ نے ہیلن کی عزت لوٹنے کی کوشش کی ہے۔ اس کی چیخیں فضا میں گونج رہی ہیں۔"

اس نے غصے سے کہا۔

"اسے فوراً میرے پاس لاؤ۔"

جیسے نمبر ۱۳ کو اس کے سامنے لایا گیا۔ اس کا چہرہ تاریک ہوگیا۔ پستول سے ایک شعلہ سا نکلا اور نمبر ۱۳ موت کی آغوش میں ڈوبتا چلا گیا۔

اسے ختم کرنے کے بعد اس نے کہا۔

"اب مجھے بھی ہیلن کے کمرے میں پہنچا دیا جائے۔"

پھر انہوں نے میک اپ کرکے نوجوان کی حالت بڑی خستہ بنادی۔ جیسے اسے مار مار کر اس کا بھرکس نکال دیا گیا ہو۔ ہیلن نے اسے ہمدردی سے دیکھا۔ پھر انہیں کافی میں نشہ آور دوا پلادی گئی اور وہ بے ہوش ہوگئے۔



سارس دریا کی لہروں کے نیچے نیچے تیرتا ہوا آگے بڑھتا گیا۔ اسے کافی دور تک تیرنا پڑا۔ آخر کار اسے کنارہ نظر آ گیا۔ وہ کنارے کی طرف لپکا۔ ابھی وہ کنارے تک پہنچنے ہی والا تھا کہ اس کی آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھا گیا۔ اور اسے یوں لگا جیسے وہ بے ہوش ہونے لگا ہے۔ پھر اسے یوں محسوس ہوا جیسے کسی نے اسے بازوؤں سے پکڑ کر اوپر کھینچنا شروع کر دیا ہو۔

واقعی یہی بات تھی۔ ایک ملاح اپنی کشتی سے کود کر اس کی طرف آیا تھا۔ اور اس نے اسے کنارے کی طرف کھینچ لیا تھا۔ پھر وہ دوسرے ملاحوں ملاحوں کی مدد سے اٹھا کر اپنی جھونپڑی تک لے آیا۔ وہ اسے ہوش میں لانے لگے۔ جب سارس کو ہوش ہو گیا۔ تو ملاح نے اسے گرم گرم دودھ پلایا۔

سارس کو اپنے اندر نئی توانائی لہریں لیتی ہوئی محسوس ہوئی۔ اور وہ اٹھ کر بیٹھ گیا۔ ابھی اسے بیٹھے ہوئے زیادہ دیر نہ گذری تھی کہ اس نے دیکھا تو لمبے لمبے آدمی جنہوں نے ماتھے پہ ہیٹ جھکا رکھے تھے۔ اور وہ اوور کوٹ میں ملبوس تھے۔ دروازے پہ نمودار ہوئے۔ وہ اندر سے دیکھ رہا تھا۔

ایک نے پرزور آواز میں پوچھا۔

"تم کسی اجنبی کو یہاں لائے ہو! ـــــ"

"جی بابو جی! ـــــ" بوڑھے ملاح نے کہا۔ "وہ بیچارہ مصیبت زدہ وہ پانی میں بے ہوش ہوچکا تھا ـــــ مگر آپ کو اس سے کیا کام ہے؟"

اس جوان نے جیب سے بٹوہ نکالا اور اسے کئی نوٹ دینے کے بعد کہا۔

"تم اپنے خاندان کو لے کر جھونپڑی سے باہر نکل جاؤ! ـــــ اگر تم نے انکار کیا تو تمہاری اس جھونپڑی کو آگ لگا دی جائے گی ـــــ اور تم سب کو موت کے گھاٹ اتار دیا جائے گا ـــــ"

"یہ ظلم ہے بابو جی! ـــــ" بوڑھے نے گڑگڑا کر کہا۔

"فوراً نکل جاؤ! ـــــ" اس کی آواز میں چیتے کی سی غراہٹ تھی۔ بوڑھے نے وہاں سے نکلنے ہی میں عافیت سمجھی ـــــ تھوڑی دیر میں ہی بوڑھا اپنے خاندان کو لے کر دوسری جھونپڑی میں چلا گیا تھا۔ اور وہ دونوں نوجوان ہاتھ میں پستول لئے جھونپڑی کے دروازے میں کھڑے سارس کو ایک ٹک رہے تھے ـــــ پھر ایک گمبھیر آواز میں بولا ـــــ

"بہت خوب تو جناب یہاں تشریف رکھتے ہیں! ـــــ"

"سارس نے مسکرا کر کہا۔

"آؤ میرے بھائی تم بھی یہاں تشریف رکھو! ـــــ"

دوسرا گرج کر بولا۔

"تمہارے بھائی کی ایسی تیسی! ـــــ اٹھو اور ہمارے ساتھ چلو! ـــــ"

"گرم کیوں ہوتے ہو میرے بھائی! ـــــ" سارس لاپرواہی سے بولا۔ "چلتا ہوں تمہارے ساتھ! ـــــ"

اس کے ساتھ ہی وہ تیزی سے اچھلا اور ایک فلائنگ کک اس کے سینے

ماری۔ وہ آہ کہہ کر وہیں لیٹ گیا۔ اور اس کا پستول دور جا پڑا۔ دوسرے نے اس پر فائر کر دیا۔ وہ ایک دم غوطہ کھا گیا۔ اور برقی انداز میں ایک لیور کی طرح گھوم کر اُسے لیفٹ ہک لگائی ــــ

ضرب ذرا اوچھی پڑی۔ اور وہ چکرا کر دوسری طرف چلا گیا۔ دیوار سے سے ٹکرا کر نیچے آ رہا۔ مگر اس نے فوراً ہی اپنی گردن کو جھٹکا۔ اور وہ دوبارہ اس پر فائر کرنے کے لئے تیار تھا۔ وہ تیزی سے اس کے اوپر گرا پستول سے فائر ہوا اور جھونپڑی کی دیوار میں گولی گھس گئی۔ مگر اتنے ہی میں اس کو چارپائی پر گرا چکا تھا ــــ

وہ دونوں ایک دوسرے سے لپٹے ہوئے نیچے گرے۔ اس نے اس کی پسلیوں میں پنچ مارا۔ اور وہ وہیں لٹک گیا۔ اب دونوں لمبے لیٹے تھے۔ وہ جھٹکے سے باہر نکلا اور جھونپڑیوں سے کافی دور نکل آیا۔ اب وہ دریا کے کنارے کنارے چل رہا تھا۔

اس کی نظریں ادھر ادھر گھوم رہی تھیں۔ اچانک اس کی آنکھوں میں چمک پیدا ہو گئی۔ اس نے سامنے دیکھا۔ ایک گدھا گاڑی جا رہی تھی۔ وہ تیزی سے اس کی طرف بھاگا۔ اور چلّایا ــــ

"رک جاؤ بھائی! ــــ"

مگر جیسے گدھے گاڑی کے مالک نے اس کی آواز نہ سُنی تھی۔ وہ پھر چلایا۔

"ابے او مجھندر رک جا ــــ"

گدھا گاڑی کے مالک نے فوراً پیچھے پلٹ کر دیکھا۔ اور پھر اس نے گاڑی روک لی۔ اور اس کے قریب آنے کا انتظار کرنے لگا۔ جب مسافر اس کے قریب پہنچ گیا۔ تو وہ حیرت سے بولا۔

"جناب آپ میرا نام کیسے جانتے ہیں!۔۔۔"

"تو تمہارا نام مچھندر ہے!۔۔۔"

"ہاں جناب!۔۔۔"

سارس زور زور سے ہنسنے لگا۔ ہنستے ہنستے اس کی آنکھوں میں پانی آگیا۔

"مچھندر۔ خوب تو تم مچھندر ہوا۔ بھئی بڑے بڑے مچھندر دیکھے مگر تم سا مچھندر نہیں دیکھا۔ وہ ہنستے ہنستے بے حال ہوا جا رہا تھا۔ اور مچھندر اُسے آنکھیں پھاڑے حیرت سے دیکھ رہا تھا۔ اس کے دیدے ایک جگہ ٹکے ہوئے تھے۔ جیسے وہ سکتے میں آگیا ہو۔ پھر یکایک اس میں حرکت ہوئی۔ اس نے کہا۔

"جناب یہ آپ ہنستے کیوں جا رہے ہیں!۔ مجھے یوں لگتا ہے۔ جیسے میں آپ واقف نہیں ہوں!۔۔۔"

"ارے بھئی تم مجھ سے صدیوں سے واقف ہوئے!۔" سارس بولا۔ "ہزاروں سال سے ہم ایک دوسرے کو جانتے ہیں!۔۔۔"

"ہزاروں سال سے!۔" وہ حیرت سے بولا۔ اسے یقین ہو گیا کہ آج وہ کسی احمق سے ٹکرا گیا۔ وہ گھبراہٹ سے بولا۔

"جناب آپ کو مجھ سے کیا کام ہے!۔"

"مجھے شہر لے چلو!۔" اس نے جلدی سے گاڑی کو آگے بڑھایا۔

"ایسے خطرناک پاگلوں کو شہر نہیں لے جا سکتا!۔۔۔"

اس نے گاڑی کو بھگانا شروع کر دیا۔ وہ پھر پاگلوں کی طرح ہنسنے لگا۔ گاڑی والے نے ایک مرتبہ بھی اس کی طرف مڑ کر نہ دیکھا۔ پھر سارس سڑک پر آگیا۔ اور ایک ٹیکسی میں بیٹھ کر اسے اپنی منزل کا پتہ دیا۔ ٹیکسی اسے لے کر ہوا ہو گئی۔



سرسلطان اس وقت ایسے موڈ میں کمرے میں ٹہل رہے تھے۔ جیسے انہیں کسی خاص پیغام کا انتظار تھا۔ مگر انہیں وہ پیغام موصول نہ ہو رہا تھا۔ انہوں نے اس سلسلے میں عمران کو کئی بار فون کیا تھا مگر عمران کے بارے میں انہیں ابھی تک کچھ معلوم نہ ہوا تھا۔ اس بات نے انہیں کافی پریشان کر دیا۔ پھر انہوں نے بلیک زیرو کو فون کیا۔ ادھر سے فون پر جوزف کی آواز سنائی دی۔

" جوزف اسپیکنگ!۔۔"

"میں سرسلطان بات کر رہا ہوں!۔۔"

"کہیئے سر!" جوزف مؤدب ہو گیا۔

"بلیک زیرو کو بلاؤ۔ میرا مطلب ہے طاہر کو بلاؤ!۔۔"

"یس سر!" وہ گھبرا کر بولا۔ "ہولڈ کیجیئے سر!۔۔"

چند لمحوں بعد ادھر طاہر فون پر موجود تھا۔

" ہیلو سر!۔ میں حاضر ہوں!۔ بلیک زیرو کو کیوں بلایا ہے سر!"

"عمران کا کیا پتہ ہے!" سرسلطان نے پوچھا۔

"بہت بہت پریشان ہوں سر!۔" بلیک زیرو نے کہا "عمران کا کچھ پتہ نہیں چل رہا۔ یوں لگتا ہے جیسے عمران کو اغوا کر لیا گیا ہے!۔"

"بہت بُری خبر ہے!" سر سلطان نے پریشانی سے کہا۔ "تم فو
سے ملو! ۔۔۔"

"یس سر!" یہ کہہ کر بلیک زیرو نے فون رکھ دیا۔ تھوڑی د
بعد ایک کار سر سلطان کے بنگلے کے پورچ میں رُک رہی تھی۔
بلیک زیرو کار سے نکل کر سیدھا سر سلطان کے کمرے میں آیا
سر سلطان نے اسے باوقار انداز میں دیکھ کر کہا۔

"بیٹھو! ۔۔۔"

جب وہ بیٹھ گیا۔ تو وہ اسے بغور دیکھ کر بولے۔

"تم تو جانتے ہو پڑوسی ملک سے ہمارا معاہدہ ہو گیا ہے۔ ہم
کے تعاون سے ایٹم بم بنانے میں کامیاب ہو جائیں گے۔ مگر کچھ ملک
چاہتے کہ ہم اپنے اس مشن میں کامیاب ہوں۔ اس لئے ہماری راہ
رکاوٹیں کھڑی کی جا رہی ہیں! ۔۔۔ ہمارے پاس معاہدے کے کاغ
بھی پہنچ چکے ہیں! ۔۔۔ اب ہمیں یقین ہو گیا ہے کہ ہم اپنے مشن م
کامیاب ہوں گے! ۔۔۔ اور اسی سلسلے میں سائنسدانوں کا اجلاس
بلیک زیرو چونک کر جلدی سے بولا۔

"وہ معاہدہ آپ کے پاس ہے! ۔۔۔"

"ہاں! ۔۔۔" سر سلطان نے کہا۔

"تو پھر مجھے دکھا دیجئے!" بلیک زیرو نے کہا۔۔۔ مگر دوسر
وہ سوچ میں پڑ گیا۔ کہیں یہ کوئی چکر ہی نہ ہو۔ سر سلطان نے ا
اس کی طرف بڑھا دیا۔ اس نے لفافہ کھول کر معاہدہ نکالا۔ اور
اس کا مطالعہ کرنے لگا۔ اس نے کاغذات کا جائزہ لے کر کہا۔

"کیا یہ کاغذات درست ہیں سر!"
"تم سیکرٹ سروس کے چیف ہو۔ تمہارا کیا خیال ہے اس بارے میں!"
سر سلطان نے پوچھا۔
"ٹھیک ہی لگتے ہیں سر!" بلیک زیرو نے کہا۔
"اس وقت عمران کی سخت ضرورت ہے!" سر سلطان نے کہا۔
"اسے تلاش کرو!"
"میں اسے تلاش کرنے کی پوری کوشش کروں گا سر!"
"اگر عمران مل جائے!" سر سلطان نے کہا "تو مجھے یقین ہے کہ سائنسدانوں کا اجلاس ناکامی کا شکار نہ ہوگا۔ اس اجلاس کو ہر حال میں تکمیل تک پہنچنا ہے!"
"آپ بے فکر رہیے سر!" بلیک زیرو نے پُر اعتماد آواز میں کہا۔ "اجلاس کبھی ناکام نہ ہوگا سر۔ ہمارے ہوتے ہوئے کسی سائنسدان کو نقصان نہ پہنچے گا!"
"میں حیران ہوں۔ عمران کی کار جل گئی۔ مگر اس کی لاش نہیں ملی۔ پھر عمران کہاں چلا گیا۔ لیکن اتنا میرا دل کہتا ہے کہ عمران زندہ ہے!"
بلیک زیرو نے ادب و احترام سے کہا۔
"آپ کا دل سچ کہتا ہے سر!" عمران زندہ ہے۔ اور مجھے یقین ہے کہ وہ ہم سے دور رہ کر کوئی چکر چلا رہا ہے۔ اچانک وہ نمودار ہوگا۔ اور کسی اہم راز سے پردہ ہٹا کر ہم لوگوں کو حیران کر دے گا۔ مجھے یقین ہے عمران جلدی اس اسٹیج پر دوبارہ آنے والا ہے!"
"ٹھیک ہے!" سر سلطان نے کہا "تمہیں یہ کام احتیاط سے کرنا

ہو گا۔ اب تم جا سکتے ہو۔"
اس نے گردن جھکائی اور باہر نکل آیا۔
جیسے وہ اپنے کمرے میں پہنچا۔ جوزف نے اسے ایک لفافہ دیا۔
اس نے لفافہ کو حیرت سے دیکھا۔ اور پھر اسے چاک کر کے پڑھنا شروع کیا۔
"ماسٹر سرکل یعنی میرے پیارے بیک زیرو! فکر مت کرو۔ میں تم
سے زیادہ دور نہیں ہوں۔ میں اٹامک انرجی پر تحقیقات کر رہا ہوں۔
تاکہ میرے ملک پاکستان کو زیادہ سے زیادہ استفادہ حاصل ہو۔ تم میری
ہدایات کے منتظر رہو۔ میں جلد ہی ایک اہم خبر سناؤں گا۔
تمہارا۔۔۔ دانشمند۔۔۔!"
اس نے تحریر کو غور سے دیکھا۔ یکایک وہ زور سے چونکا۔ اس
نے عمران کی تحریر سے اس تحریر کو ملایا کچھ فرق تھا دونوں تحریروں میں۔
اس نے پھر آتشیں شیشے کی مدد سے تحریر کو تحریر سے ملایا۔ اسے واضح
فرق محسوس ہوا۔ اور پھر وہ کچھ سوچتے ہوئے چلنے کا فلیور محسوس
کرنے لگا۔



سادھو نے کھڑکی سے دیکھا کہ باہر کوٹھی کے پورچ
میں ایک ٹیکسی آکر رکی۔ اس میں سے ہیلن اور نوجوان جوزنگوں سے

نیچے اترا۔ وہ اندر کی طرف بڑھنے بڑھنے لگے۔ سارس ان کی طرف لپکا۔ اس کا انداز اس قسم کا تھا جیسے باز چڑیا کی طرف لپکتا ہے۔ یوں لگا تھا۔ جیسے شکاری شکار کی طرف جھپٹتا ہے!۔۔۔

"ٹھیک تو ہو ہیلن!" سارس کے انداز میں اضطراب تھا!۔۔
"تم اپنی سناؤ!۔۔" ہیلن اسے غور سے دیکھ کر بولی "تم پر تو کوئی مصیبت نہیں ٹوٹی۔۔"

"میری مصیبت کی بات جانے دو۔۔" وہ اسے گھور کر بولا۔ تم تو ٹھیک گئی تھیں۔ پھر تمہارا یہ کیا حال ہو گیا۔ آخر ہوا کیا ہے؟۔۔"

"ہم گرفتار ہو گئے۔ بدمعاش ہمیں لے کر اپنے اڈے پر چلے گئے۔ وہاں انہوں نے ہم پر تشدد کیا سختی کی۔ مگر ہم چالاکی سے انہیں چکر دیکر نکل آئے ہیں!۔۔"

"اس لئے نکل آئے ہو کہ مجھے پکڑوا سکیں!" سارس سیکرٹری کو گھور کر بولا۔ "کیوں یہی بات ہے نا!۔ تمہارا تعاقب کرتے ہوئے وہ یہاں تک آجائیں اور مجھے پکڑ لیں!۔۔"

ایک لمحے کے لئے نوجوان سیکرٹری کا رنگ سفید ہوا۔ مگر دوسرے لمحے وہ سنبھل چکا تھا۔ مگر یہ ایک لمحہ بھی سارس کی نظروں سے اوجھل نہ ہوا۔ ہیلن بولی۔

"یہ کیسی باتیں کرتے ہو ڈیئر!۔ سیکرٹری نے میرا بہت ساتھ دیا ہے انہوں نے ہمیں ایک کمرے میں بند کر دیا تھا۔ اور اس میں بم رکھ دیا۔ مگر ان کی چالاکی اور ہوشیاری سے بچ کر ہم یہاں پہنچے ہیں۔ اگر سیکرٹری مدد نہ کرتا۔ تو ہمارے پرخچے اڑ چکے ہوتے!۔۔"

"تم وہاں سے نکل آئے۔" سارس بولا "حالانکہ میرا یہ مقصد نہیں تھا۔ میرا مطلب تھا کہ تم کچھ دن مجرموں کی قید میں رہو اور ان کے متعلق تحقیقات کرو مگر تم نے تمام معاملہ ہی چوپٹ کر دیا ـــــ"

ہیلن نے منہ بنا کر کہا۔

"کیسی باتیں کرتے ہو ڈیئر! ــــ تم تو مجھے اس طرح چھوڑ آئے تھے جیسے میرے ساتھ تمہارا کوئی تعلق ہی نہ ہو ــــ میں حیران ہوں کہ آخر تم نے ایسا کیوں کیا تھا ــــ"

"اگر میں ایسا نہ کرتا!" سارس نے کہا "تو تم لوگ اب تک زندہ نہ ہوتے! ــــ"

"چھوڑو! ــــ"

اس کے بعد اس نے ملازم کو آواز دی۔ ملازم کے آنے پر اس نے کہا۔

"فرسٹ ایڈ کا سامان لا کر نوجوان کی مرہم پٹی کر دو ــــ"

تھوڑی دیر کے بعد نوجوان کی مرہم پٹی کر دی گئی۔ پھر انہوں نے کھانا کھایا۔ کھانا کھانے کے بعد سیکرٹری چلا گیا ــــ اب ہیلن اور سارس اکیلے رہ گئے۔ سارس نے اُسے دوسرے کمرے میں چلنے کو کہا ــــ

وہ دونوں ساتھ ساتھ چلتے ہوئے ساؤنڈ پروف کمرے میں آ گئے۔ دروازہ بند کر دیا گیا۔ جب وہ اطمینان سے کرسیوں پر بیٹھ گئے۔ تو ہیلن نے کہا۔

"مجھے یہ سیکرٹری مشتبہ لگتا ہے! ــــ"

وہ اسے دیکھ کر مسکرایا ــــ

"کچھ ایسی ہی بات ہے! ــــ"

"کیا تم اس کے متعلق جانتے ہو! ——"

"یقیناً! ——"

"یہ نوجوان تمہیں کہاں ملا تھا؟ ——" سارکس نے پوچھا۔

"میں ہوٹل سے نکل کر اندھیرا میں شارجہ کی طرف جا رہا تھا! ——" سارکس نے کہا۔ کہ یہ نوجوان ایک درخت کے پیچھے سے نکل آیا تھا! اور پستول دکھا کر مجھے لوٹنا چاہا۔ مجھے اس کی یہ ادا پسند آ گئی۔ اور اسے اپنا سیکریٹری بنا لیا۔ تھوڑی سی سزا میں نے ضرور دی تھی! ——

ہیلن مسکرا کر بولی۔

"ہاں تمہاری سزا کے متعلق میں جانتی ہوں! ——" پھر وہ سارکس کو غور سے دیکھ کر بولی۔ اب اس کے متعلق کیا خیال ہے تمہارا! کیا کرو گے اس کا؟ ——"

"اس کی مدد سے مجرموں کا قلع قمع کروں گا ——" وہ عجیب سے انداز میں بولا۔ "وہ مجھے تباہ کرنا چاہتا ہے۔ میں اسے برباد کر کے رکھ دوں گا —— میں نے اس کا مکمل بندوبست کر لیا ہے! ——"

"وہ کیسے؟ ——" ہیلن نے پوچھا۔

"تم دیکھتی جاؤ میں کیا کرتا ہوں! ——" یہ کہہ کر وہ اٹھا اور باہر آ گیا۔ اس کے قدم نوجوان سیکریٹری کے کمرے کی طرف اٹھ رہے تھے! —— اس نے کھڑکی کے شیشے میں سے دیکھا۔ کہ نوجوان آرام سے بیٹھا سگریٹ پی رہا تھا۔ سارکس کے ہونٹوں پر ایک معنی خیز مسکراہٹ آ گئی۔ پھر اس کی نظر میز کی طرف چلی گئی۔ وہاں ایک ڈکٹا فون پڑا تھا۔

جس کی سرخ بتی چمک رہی تھی۔ یہ ایک خاص قسم کا ٹرانسمیٹر تھا۔ وہ فوراً
اپنے کمرے میں آیا۔ وہ فوراً اپنے کمرے میں آیا وہاں سے اس نے
ایک خفیہ مائیکروفون لیا۔ اور پھر وہ نوجوان کے کمرے کی طرف آ گیا۔
اور پھر وہ نوجوان کے کمرے کی طرف آگیا۔ اس نے بڑی ہوشیاری کے
ساتھ وہ حساس ترین مائیکروفون لیا۔ اور پھر وہ نوجوان کے کمرے کی طرف
آگیا۔ اس نے بڑی ہوشیاری کے ساتھ وہ حساس ترین مائیکروفون
کمرے میں کے روشندان میں فٹ کر دیا۔ اس نے اس کا سلسلہ اپنے ٹیپ ریکارڈ
سے ملا دیا تھا۔ وہ دوبارہ اپنے کمرے میں آگیا۔ اب وہ اپنے ٹیپ ریکارڈ
پہ اس کمرے کی جانے والی تمام گفتگو سن سکتا تھا! ——— اور
بھی اسی طرح تھوڑی دیر کے بعد ہی — نوجوان اور دوسرے لوگوں
کے درمیان گفتگو شروع ہو گئی ——— رابطہ ملنے پر کہا گیا۔

"ہیلو آپریشن مارشل! ——— اوور"

"یس اٹینڈنگ اوور! ———"

"پتہ چلا سارس کون ہے! ——— اوور"!

"یس باس! ——— ہم نے پتہ چلا لیا ہے۔

"عنقریب ہٹا دیا جائے گا۔ سارس کون ہے۔ بس اتنا جان لو
کہ وہ یہاں کی سیکرٹ سروس کا سب سے اہم رکن ہے۔! ———
اوور! ———" سلسلہ ختم ہو گیا۔ اور سارس کے ہونٹوں پہ معنی
خیز مسکراہٹ ابھر آئی۔ پھر وہ تیزی سے اپنے کمرے سے باہر نکل گیا۔ اسے
باہر گئے چند منٹ ہی گزرے تھے۔ کہ نوجوان سکریٹری اپنے کمرے
سے باہر نکل گیا۔ اُسے باہر گئے چند منٹ ہی گزرے تھے۔ کہ نوجوان

سیکرٹری اپنے کمرے سے باہر نکلا۔ اور وہ سارس کو تلاش کرنے لگا۔ مگر سارس غائب تھا۔ اس بات سے پریشان ہو کر وہ دوبارہ اپنے کمرے میں آ گیا ۔۔۔



قیمتی سوٹوں میں ملبوس چند لوگوں کا ایک گروہ ایک شاندار کمرے میں میز کے اردگرد کرسیوں پر بیٹھا تھا۔ سگریٹ نوشی کے علاوہ ان کے درمیان چائے نوشی کا دور بھی چل رہا تھا۔ وہ سائنسدانوں کے اجلاس کو ناکام بنانے کے بارے میں غور و خوض کر رہے تھے ۔۔۔ ان کے درمیان میز پر ایک نقشہ پھیلا ہوا تھا۔ اس نقشے میں وہ مقام دکھایا گیا تھا۔ جہاں سائنسدانوں کا اجلاس ہونا تھا۔ پھر ان کے درمیان بحث شروع ہو گئی ۔۔۔ ان کے باس نے کہا ۔

" یہ دیکھو! اس بنگلے میں اجلاس ہو گا " سب نے نقشے پر ایک مقام کی طرف دیکھا۔ پھر باس بولا ۔

" ہم اسے چاروں طرف سے گھیر لیں گے! ان کی طرف سے جو فوج وہاں موجود ہو گی ہم اس کا بھی انتظام کر لیں گے! تم کو اس سی ایٹ کے ٹرانسمیٹر پر ہدایات دی جائیں گی ا ۔۔۔ "

پھر اس نے ذرا رک کر اپنے ایک آدمی کی طرف دیکھا ۔ اور کہا ۔

" تم کیپٹن فیاض سے کافی مماثلت رکھتے ہو! ۔۔۔ ذرا سے میک اپ سے تم بالکل کیپٹن فیاض بن جاؤ گے ! ۔۔۔ "

سب نے اس کی طرف دیکھا۔ اور اس کے منصوبے کا احترام کیا۔ اور اس کی رائے سے اتفاق کیا۔ پھر ان کے درمیان دبی آوازوں میں کچھ خفیہ معاملات طے ہوئے اس کے بعد کچھ لوگ کار میں بیٹھ کر وہاں سے چل پڑے۔ کار کا رخ انٹیلی جنس کے آفس کی طرف تھا۔

راستے میں انہوں نے دو تین آدمی اتارے۔ پھر کار انٹیلی جنس کے دفتر میں آ کر رک گئی۔ کیپٹن فیاض اپنی خوبصورت سیکرٹری کو ڈکٹیشن دے رہا تھا۔ اچانک اسے اطلاع دی گئی۔ کہ تمہیں صاحب نے بلایا ہے۔ وہ کچھ حیران سا ہوا۔ مگر وہ اس حکم سے سرتابی نہ کر سکتا تھا۔ اس لئے وہ اٹھ کر سر رحمان کے دفتر کی طرف چلا گیا۔ اجازت لے کر وہ اندر آ گیا۔

سر رحمان نے نظریں اٹھا کر اسے دیکھا۔ اور کہا۔

"بیٹھو کیپٹن!۔۔۔"

جب فیاض بیٹھ گیا۔ تو انہوں نے گھمبیر لہجے میں کہا۔

"کل تمہیں ایک اہم کام سونپا جائے گا!۔۔۔"

"میں اس کے بارے میں جانتا ہوں سر!۔۔۔"

"کیا جانتے ہو؟۔۔۔" سر رحمان کے لہجے میں حیرت تھی۔

"آپ کا اشارہ سائنسدانوں کے اجلاس کے بارے میں ہے!۔ میں کوشش کروں گا وہ اجلاس کامیاب ہو جائے!۔۔۔ اگر میری جان بھی چلی گئی تو پرواہ نہ ہوگی مگر اجلاس ضرور کامیاب ہوگا!۔۔۔"

"بہت خوب!۔" وہ اسے مستحسن نگاہوں سے دیکھ کر بولے۔ "وہاں ملٹری فورس بھی ہوگی۔ علاوہ ملٹری انٹیلی جنس کے اعلیٰ دماغ بھی ہوں گے۔ پھر بھی تمہیں چالاک اور ہوشیار رہنا ہوگا۔۔۔ اگر ہم چاہتے تو اس اجلاس کو ملتوی

بھی کر سکتے تھے۔ مگر بعض ناگزیر وجوہات کی بنا پر اب ہم ایسا نہیں کر سکتے۔ اس کے علاوہ ہم اپنے ہمسایہ ملک کی سیکرٹ سروس کو بھی آزمانا چاہتے ہیں کہ وہ کتنی بہادر ہے۔ ہمیں ایٹم بم ہر حال میں بنانا ہے۔ تمام معاہدے ہو چکے ہیں۔ ہماری قوت اب ایٹم بم کے سائے میں ہی ابھر کر آگے بڑھے گی۔ اور ہم دوسرے ترقی یافتہ ممالک کی صفوں میں داخل ہو جائیں گے!"
اس نے اطمینان سے سانس لے کر کہا۔

"آپ بے فکر رہیں سر!" ہماری طرف سے کوئی کوتاہی نہ ہو گی!"
"بہ جان یوا" سر رحمان نے دبی ہوئی آواز میں کہا "ہم نے سائنسدانوں کو بڑے خفیہ طریقے سے دوسرے ممالک سے یہاں پہنچایا ہے۔ اب اس مشن کو کامیاب بنانا تمہارا کام ہے۔ تم اپنے کتنے ہی ساتھیوں سمیت کل مجھ سے ملنا!"
"بہتر سر!"
"اب تم جا سکتے ہو!" سر رحمان نے کہا "میری دعا ہے خدا تمہیں کامیاب کرے"
"شکریہ!" یہ کہہ کر وہ باہر آ گیا۔
اور وہ کسی اہم پیغام کی وجہ سے فون کی طرف لپکے۔
کیپٹن خیاض دفتر سے نکل کر باہر آ گیا۔ وہ اس مشن کے متعلق انتظامات کرنے کے لئے کہیں جانا چاہتا تھا۔ وہ اپنی گاڑی میں بیٹھ کر آگے چل پڑا۔ ابھی وہ کار کی رفتار بڑھا ہی رہا تھا کہ اچانک اس کی گردن کے پیچھے پستول آ لگا۔ اور غراتی ہوئی آواز میں کہا گیا۔
"گاڑی کو موڑ لو!"
اس نے فوراً گاڑی موڑ لی۔ کیونکہ وہ جانتا تھا کہ حکم عدولی موت کی سزا بن سکتی ہے۔ پھر اسے ایک بنگلے پر لے جایا گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ بنگلے سے باہر

نکلا۔ اور اپنی کوٹھی آگیا۔ اپنی کوٹھی پر آکر اسے پتہ چلا۔ کہ اس کی سیکرٹری آ گئی ہوئی ہے۔ مگر اس کی بیگم اس کے ساتھ جھگڑ رہی ہے۔ کیپٹن فیاض فوراً اندر آگیا۔ مگر سیکرٹری جا چکی تھی!۔ اس نے بیگم سے پوچھا۔

"سیکرٹری کہاں ہے؟۔"

"چلی گئی!۔" وہ ناگواری سے بولی۔

"کیوں چلی گئی!۔"

"میں کیا جانوں!۔ بیگم نے لاپرواہی سے کہا۔

"تم نے اسے کچھ کہا ہو گا؟۔"

"مجھے کیا پڑی تھی اس نگوڑی کو کچھ کہتی!۔"

"پھر وہ چلی کیوں گئی!۔" کیپٹن فیاض نے اپنی بیگم کو گھور کر کہا۔ مجھے اس سے بہت ہی ضروری کام تھا۔ میں آج کل کئی الجھنوں میں پھنسا ہوا ہوں!۔"

"کیا ہیں وہ الجھنیں!۔" بیگم نے پوچھا۔

"تمہیں ان الجھنوں سے کیا سروکار!۔" وہ طنزیہ انداز میں بولا۔ "تمہیں تو بس ہر وقت لڑنے جھگڑنے میں مزا ملتا ہے!۔"

"ہوں!۔" اس نے تنک کر کہا۔ اور پاؤں پٹختی ہوئی باہر چلی گئی۔



سارس کا نوجوان سیکرٹری سارس کی تلاش میں باہر نکل گیا۔ وہ گاڑی میں بیٹھ کر ایک شاندار بنگلے میں آگیا۔ ایک کمرے میں چند خوش پوش

لوگوں نے باس کی حیثیت سے اس کا استقبال کیا۔ اور وہ سب آمنے سامنے کرسیوں پر بیٹھ گئے۔ پھر وہ ایکدم اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔

"مجھے تم لوگوں سے بہت اہم باتیں کرنی ہیں۔ ساؤنڈ پروف کمرے میں چلو۔"
وہ نیم اندھیرے میں باہر آگئے۔ ایک سایہ ان کے عقب میں تھا۔ اور وہ اس سائے سے بالکل بے خبر تھے۔ پھر ان کے درمیان خفیہ معاملات پر بات چیت ہوئی۔ پھر وہ نوجوان باہر آگیا۔ اور اپنی کار میں بیٹھ کر فیاض کے بنگلے پر آگیا۔ فیاض اسے دیکھ کر مودب انداز میں کھڑا ہو گیا۔ جیسے کیپٹن فیاض اس کا ماتحت ہو۔ پھر فیاض نے اس کے لئے چائے منگوائی۔ چند رسمی باتوں کے بعد کیپٹن فیاض اس نوجوان کے ساتھ نکل کر باہر آگیا۔ اور وہ دونوں کار میں بیٹھ گئے۔ کار چل پڑی ایک جگہ نوجوان نے کیپٹن فیاض کو اتار دیا۔ اور نوجوان کار کو ایک بنگلے پر لے آیا۔ وہ کار سے اتر کر ایک خوبصورت سا کمرے میں آگیا۔ اور بے چینی سے ادھر ادھر ٹہلنے لگا۔

جیسے اسے کوئی اہم مسئلہ پریشان کئے ہوئے تھا۔ اور وہ جیسے جیسے اس کے بارے میں سوچتا تھا۔ الجھتا ہی جا رہا تھا۔ اچانک اسے باہر قدموں کی آہٹ سنائی دی۔ اس نے دیکھا کوئی عورت جا رہی تھی۔ پھر اسے بھاری بوٹوں کی آواز سنائی دے رہی تھی۔ اس نے پھر نظریں اٹھائیں۔ کوئی ملٹری والا جا رہا تھا۔ وہ حیران تھا کہ یہ کون لوگ یہاں گھوم رہے ہیں۔

یکایک دروازہ کھلنا شروع ہو گیا۔ وہ ایکدم پیچھے ہٹا۔ مگر اسی لمحے اس کے سامنے سارس کھڑا مسکرا رہا تھا۔ سارس نے خوشگوار لہجے میں کہا۔

"ہیلو سیکرٹری مجھے دیکھ کر چونک کیوں گئے ہو۔"

"ایسی کوئی بات نہیں ہے سر! " وہ جھینپ کر بولا۔
سارس آگے بڑھتے ہوئے بولا۔
"ہمیں آج کوئی فلمی گیت سناؤ!"
وہ حیرت سے اس کی طرف دیکھنے لگا۔
"فلمی گیت سر!"
"ہاں فلمی گیت!" سارس بولا۔ "جسے سن کر ہم خوابوں کی دنیا میں پہنچ جائیں۔ ہمیں خواب بہت اچھے لگتے ہیں۔ ہم سونا چاہتے ہیں!"
"مگر مجھے فلمی گیت نہیں آتے سر!"
"ضرور آتے ہوں گے!" سارس بولا۔ "ہم کو لتا کا گانا سنا دو اکھیوں کے جھروکے سے"
"سر مجھے گانا بالکل نہیں آتا!"
سارس نے اسے گھورا۔
"میرے سیکرٹری ہو کر گانا نہیں جانتے! یہ بہت بری بات ہے۔ تمہیں گانا ضرور سنانا ہوگا!"
"میں مجبور ہوں سر!" اس نے رونی صورت بنا کر کہا۔
"تو پھر ہم بھی تمہیں کوئی سخت حکم دینے پر مجبور ہو جائیں گے!"
سارس نے کہا۔ "بیٹے چغد آج تو تجھے فلمی گیت سنانا ہی ہوگا۔ اور وہ کیا کہتے ہیں اسے ہم رضا کا گانا اکھیوں کے جھروکے سنانا ہی ہوگا!"
نوجوان سیکرٹری اچانک پیچھے ہٹا۔ اور بجلی کی سی تیزی سے اس نے پستول نکال لیا۔ پھر اس نے ایک چھوٹا سا قہقہہ لگایا۔ اس کی آنکھوں میں خیظ و غضب تھا!

"مسٹر علی عمران! — پاکیشیا ملک کی سیکرٹ سروس کی ریڑھ کی ہڈی۔ اب میں تمہیں ضرور گانا سناؤں گا — ہینڈز اپ! —"
سارس نے منہ بنا کر کہا —
"سیکرٹری یہ کیا مذاق کر رہے ہو — پستول نیچے کر دو — کہیں چل نہ جائے! —"
"تمہارا سیکرٹری نہیں دشمن ہوں! —" وہ دانت پیس کر بولا "میں تمہاری اصلیت سے کافی دیر پہلے واقف ہو گیا تھا — اب تم مجھے گانا سناؤ گے —!"
عمران نے منہ بنا کر کہا —
"تو پھر سنو! ہائے اکھیوں کے جھروکوں سے — اکھیوں کے جھروکوں کے —!"
وہ اچھل کود کر رہا تھا اور گاتا جا رہا تھا —
"یہ کیا بکواس ہے" نوجوان نے چلا کر کہا — اور فائر کر دیا — مگر عمران جھک چکا تھا — اور گولی دیوار میں پیوست ہو گئی — اسی لمحے لیفٹننٹ دروازے میں داخل ہوا — اور وہ نوجوان سے لپٹ گیا — وہ ایک دوسرے سے لپٹے ہوئے نیچے گرے — عمران مزے سے یہ تماشہ دیکھنے لگا — تھوڑی دیر میں ہی لیفٹننٹ نے نوجوان کو قابو کر لیا — مگر نوجوان بھی غافل نہ تھا — اس نے ایک داؤ آزما کر پستول سیدھا کر دیا — پھر اس نے ٹریگر دبا دیا — گولی چلی اور لیفٹننٹ کے دل کے پار ہو گئی — عمران نے یہ دلخراش منظر دیکھا — اور تڑپ کر رہ گیا —
لیفٹننٹ نے اس کے لئے جان دے دی تھی — عمران کو بچانے کی خاطر اپنی جان قربان کر دی تھی — اس سے پہلے کہ عمران کچھ کرتا — اس نے لیور کی طرح گھوم کر عمران پر فائر کر دیا — عمران کے کندھے میں گولی اتر گئی — مگر پھر جیسے عمران درندہ بن گیا — وہ تیزی سے اس کی طرف لپکا — اور اسے مار مار کر اس کا بھرکس نکال دیا — پھر اس نے اس کے ہاتھ سے پستول

چھین کر اس کے دماغ کی طرف فائر کر دیا ۔ وہ ایک دلخراش چیخ کے ساتھ نیچے گرا ۔ اسی لمحے ہیلن جو کہ روشی تھی ۔ کمرے میں داخل ہوئی ! ۔۔ اور وہ کمرے میں دو لاشیں دیکھ کر حیران رہ گئی ۔ عمران بولا ۔

" دیکھو روشی یہ لیفٹننٹ بہت اچھا آدمی تھا ۔ اس نے میرے لئے جان دی ہے ۔۔ " اس کی آواز بھرا گئی ۔

روشی سکتے کے سے عالم میں کھڑی یہ خوفناک منظر دیکھ رہی تھی ۔۔ عمران بولا ۔

" یہ ان سب کا باس ساؤل کراسٹ دہشت کا پیکر تھا ۔۔ اور اس کی ہیبت سے دنیا بھر کے مجرم کانپتے تھے ۔۔ "



ساؤل کراسٹ کو سامنے دیکھ کر کیپٹن فیاض ادب سے کھڑا ہو گیا ۔ اس نے ملازم کو بلا کر اس کے لئے چائے منگوائی ۔ چائے پینے کے بعد ساؤل کراسٹ فیاض کی طرف دیکھ کر غرایا ۔۔

" آج تمہیں پورے اختیارات مل جائیں گے ۔ ان دونوں آدمیوں کو ضرور ختم کر دینا ۔ جو اس وفد کے ساتھ ہیں ۔ ہمیں معاوضہ اسی چیز کا ملا ہے ۔ کہ مشن کو ناکام بنا دیا جائے ! سمجھے ! ۔۔ "

" سمجھ گیا سر اچھی طرح سمجھ گیا ! ۔۔ " فیاض نے اثبات میں گردن ہلا کر کہا ۔

اسی لمحے ایک ملازم آیا اس نے کہا ۔۔

"صاحب نے آپ کو بلایا ہے! —"

"چلو میں آتا ہوں —" فیاض نے کہا۔

"سنو! — میک اپ کر کے فیاض کا بھیس تم نے اپنے بدل لیا ہے۔ مگر وہ کام نہ کرنا جو فیاض کیا کرتا ہے۔ میری باتوں کو سنبھال کر رکھنا! —"

"بہت بہتر! —" نقلی فیاض نے کہا "میں اب اپنے آفیسر کے پاس جا رہا ہوں! —"

"ہاں جاؤ! —" ساؤل کراسٹ نے کہا۔ اور وہاں سے نو دو گیارہ ہو گیا — اس کے بعد اس نے ایک فائل کھولی ادھر اور اس کا مطالعہ غور سے کیا — پھر ایک معنی خیز مسکراہٹ کے ساتھ وہ رحمان کے کمرے میں آ گیا — رحمان نے اسے اپنے ساتھ والی کرسی پر بٹھایا۔ پھر دبی آواز میں کہا —

"وہاں آنکھیں کھلی رکھنا! — سول کپڑوں میں فوج تمہاری مدد کو ہوگی۔"

"آپ مطمئن رہیں سر! — سب کچھ ٹھیک طور پر سر انجام پا جائیگا!" فیاض نے کہا۔

پھر وہ دفتری کام نمٹا کر گھر آ گیا — اپنی بیگم کے ساتھ اس نے ایک جوان عورت کو دیکھا — وہ اسے دیکھ کر حیران رہ گیا — اور اندیشے سے خوف اس کے دل میں رینگنے لگے۔ عمران نے جو کہ سارس کے بھیس میں تھا روشنی کو اصل فیاض کی بیگم کی حفاظت کے لئے بھیج دیا تھا — اس نے بیگم سے اس عورت کے بارے میں دبے دبے لفظوں میں استفسار کیا۔ اس نے بتایا —

"تمہارے دوست کی بیوی ہے — کیا تمہیں جانتے ہیں..."

سی نظروں سے اپنے شوہر کو دیکھنے لگی۔ پھر وہ ایکدم نظریں چرا کر آگے بڑھ گیا۔ روشی اسے غور سے دیکھ رہی تھی۔ وہ تھوڑی دیر کے بعد اپنے بنگلے سے نکل آیا۔ اب وہ کار میں بیٹھا سیدھا اپنے خاص بنگلے کی طرف جا رہا تھا۔ وہاں پہلے ہی سے ساؤل کراسٹ کی کار کھڑی تھی۔

فیاض اندر چلا گیا۔ کمرے میں ساؤل کراسٹ کے علاوہ سب ہی ممبر موجود تھے۔ پوری آرگنائزیشن کے ممبر وہاں موجود تھے۔ اور ان کے درمیان سائنسدانوں کے اجلاس کو ناکام بنانے کی میٹنگ ہو رہی تھی۔ ساؤل کراسٹ کو تو عمران سارس کے بھیس میں ختم ہی کر چکا تھا۔ اب ساؤل کراسٹ کے بھیس میں عمران وہاں موجود تھا۔ ایک دوسرے کی طرف سے دونوں پارٹیاں ایک دوسرے کو ڈاج دینے کی کوششوں میں مصروف تھیں۔ ساؤل کراسٹ خوشگوار موڈ میں تھا۔ اور اپنے دوستوں کو بڑے دلچسپ واقعات سنا رہا تھا۔ وہ قہقہے لگا رہے تھے۔ محفل رنگین اور دلچسپ ہو گئی تھی۔

پھر ان کے درمیان کافی کا دور چلا۔ اور اس کے انہوں نے پروگرام کو آخری شکل دی۔ پھر وہ کمرے سے باہر نکل آئے۔

درختوں سے گھرے ہوئے ایک بنگلے میں لوگوں کی گاڑیاں آنا شروع ہو گئیں تھیں۔ متعلقہ لوگوں کو ہی وہاں مدعو کیا گیا تھا۔ اور ان کی گاڑیاں بنگلے کے کمپاؤنڈ میں ایک سلیقے سے پارک ہو رہی تھیں۔ ملٹری سفید کپڑوں میں ادھر ادھر گھوم رہی تھی۔

بڑی احتیاط ذمے داری اور ہوشیاری کا مظاہرہ کیا جا رہا تھا۔
یکایک دو کاریں آکر رکیں۔ فیاض کی کار ان کے پیچھے لگی ہوئی تھی۔ ان کاروں میں جیگرا اور رشیگر اترے۔ وہ خاص شخصیتیں تھیں۔ ان ہی سے معاہدہ ہوتا تھا۔ فیاض ان کے پیچھے دم ہلاتا پھر رہا تھا۔ وہ بڑی احتیاط سے ماحول کا جائزہ لے رہا تھا۔ جیگرا اور رشیگر کو عزت و احترام کے ساتھ خاص کمرے میں پہنچا دیا گیا۔

فیاض برابر کھڑا ادھر اُدھر دیکھنے لگا۔ یکایک ساؤل کراسٹ اس کے قریب آگیا۔ فیاض اور اس کے پاس خصوصی اجازت نامہ تھا۔ جس کی رو سے وہ اندر آ جا سکتے تھے! ساؤل کراسٹ نے اس کی طرف غور سے دیکھ کر کہا۔

"میں اندر جا رہا ہوں!۔ میرا اشارہ پاتے ہی تم اپنے آدمیوں کو لے کر اندر آ جانا!۔"

"بہت بہتر سر!" اس کے انداز میں بے چینی اور اضطراب تھا۔ ساؤل کراسٹ اندر چلا گیا۔ نقلی فیاض بھی نہ پہچان سکا۔ کہ ساؤل کراسٹ اور دہشت کے پیکر میں عمران چھپا ہوا ہے اور اصلی ساؤل کراسٹ ملک عدم سدھار چکا ہے۔

یکایک سر رحمان فیاض کے سامنے آ گئے۔ فیاض نے گھبرا کر انہیں سلام کیا۔ وہ اس کے سلام کا جواب دے کر بولے۔
"سر سلطان کیوں نہیں آئے!۔"
"آتے ہی ہوں گے!" فیاض نے کہا۔ ابھی خاموش ہی ہوا تھا۔

کہ کمپاؤنڈ میں دو کاریں آ کر رکیں۔ ایک کار میں سے سرسلطان کا نمائندہ اترا اور دوسری کار میں سے ملک کا مشہور و مقبول نمائندہ حاتم طائی اترا۔ اور وہ اندر آ گئے۔ نمائندے سے سرسلطان کے بارے میں پوچھا گیا۔ اس نے کہا کہ طبیعت کے علیل ہو جانے کی وجہ سے وہ نہیں آ سکے۔ اس عذر کو تسلیم کر لیا گیا۔ پھر سر رحمان اور سرسلطان کا نمائندہ اندر آ گئے۔ جب سب لوگ اندر آ گئے۔ تو مہمان خصوصی حاتم علی اندر آئے۔ سب اُن کی تعظیم کے لئے اُٹھ کر کھڑے ہو گئے۔ جب وہ بیٹھ گئے۔ تو سب لوگ بیٹھ گئے۔ حاتم علی نے تقریر کرنا شروع کر دی۔ ابھی اس نے ابتداء ہی کی تھی کہ اچانک دروازے پر کیپٹن فیاض اور ساؤل کراسٹ کے علاوہ کتنے ہی نوجوان دروازے پر نمودار ہو گئے۔ ان کے ہاتھوں میں برین گنیں تھیں۔ اور انہوں نے ہال میں بیٹھے ہوئے لوگوں کو مکمل زد میں لے رکھا تھا۔ یہ اچانک تبدیلی دیکھ کر سر رحمان زور سے چونکے۔ پھر وہ غصے میں بھر کر چیخے۔

"یہ کیا بدتمیزی ہے کیپٹن فیاض!۔۔۔"

"بکواس بند کرو رحمان!۔" فیاض چیخا۔ اسی لمحے سر رحمان نے پستول نکالنا چاہا۔ مگر فیاض نے چیخ کر کہا۔ ہاتھ کو اپنی جگہ ہی رہنے دو ورنہ موت کے گھاٹ اتار دوں گا!۔۔۔"

"تم غدار ہو!۔۔۔" سر رحمان نے کہا "میں سوچ بھی سکتا! کہ تم دولت کے ہاتھوں بک بھی سکتے ہو!۔۔۔"

"خاموش ہو جاؤ!۔۔۔ میں غدار نہیں ہوں۔ اپنے ملک کا وفادار ہوں" اس نے پستول سیدھا کیا۔ مگر اسی لمحے ساؤل کراسٹ نے اپنے پستول

کا رخ فیاض کی طرف کر دیا — اور گرجدار آواز میں بولا —
" بیٹے پستول پھینک دو! — "
فیاض حیرت زدہ رہ گیا — اور وہ ہکلا کر بولا ۔
" یہ کیا کر رہے ہو — ڈیڈی — "
" بکو مت! — "
اسی لمحے گولیوں کا تبادلہ شروع ہو گیا — تڑتڑ کی آوازیں کمرے میں گونجنے لگیں — سر رحمان حیرت سے یہ سب منظر دیکھ رہے تھے ۔ اچانک ایک برن گن ان سب کے پیچھے سے نمودار ہوئی — اور گولیاں چلنا بند ہو گئیں —
اسی لمحے فیاض نے سر رحمان کو زد میں لے لیا ۔ پھر وہ چیخا —
" عمران پستول پھینک دو! — " فیاض بولا " اب میں تمہاری حقیقت جان گیا ہوں — "
" عمران! — " سر رحمان زور سے چونکے! —
" ہاں میں عمران ہوں! — " یہ کہہ کر عمران نے میک اپ اتار دیا — سر رحمان اپنے نالائق بیٹے کو دیکھ کر خوش ہو گئے — پھر وہ بولے ۔
" مجھے مر جانے دو! پستول مت پھینکنا عمران! — "
" پستول پھینک دو عمران! — " فیاض چیخا " ورنہ تمہاری سروس کا ڈائرکٹر خون چاٹتا نظر آئے گا — "
" میری پرواہ مت کرو عمران! — "
اسی لمحے حیرت انگیز پھرتی سے لپک کر سائنسدان حاتم علی نے فیاض کے ہاتھ پر زور سے اپنا ہاتھ مارا ۔ فیاض کے ہاتھ سے پستول نکل کر گرا ۔

اور عمران نے جھپٹ کر اسے قابو کر لیا ۔ فبان کافی طاقتور تھا ۔ دونوں میں زور آزمائی شروع ہو گئی ۔ عمران نے اسے اٹھا کر نیچے پھینکا ۔ اس نے گرتے گرتے ٹانگ چلائی ۔ جو عمران کی چھاتی پر پڑی ۔ عمران اُلٹ کر پیچھے گرا ۔ اسی لمحے اس نے عمران پر چھلانگ لگا دی ۔ عمران ایک دم پرے سرک گیا اور وہ اسی جگہ گرا جہاں عمران گرا تھا ۔ عمران نے گھوم کر اسے برائٹ چیپ لگایا ۔

وہ بہت خطرناک ضرب تھی ۔ وہ انتہائی پھرتی سے پرے کھسک گیا ۔ عمران کا یہ وار خالی گیا ۔ سب پھٹی پھٹی آنکھوں سے یہ خوفناک منظر دیکھ رہے تھے ۔ یوں لگ رہا تھا جیسے دو بپھرے ہوئے سانڈ لڑ رہے تھے ۔

دونوں اُٹھ کر ایک دم پھر آمنے سامنے آ گئے ۔ اچانک سر رحمان نے لپک کر اپنی ٹانگ چلائی ۔

وہ نوجوان کی کمر پر پڑی ۔ اور وہ ذرا سا لڑکھڑا گیا ۔ اسی لمحے عمران نے پنچ مارا ۔ عمران کا خاص پنچ کھا کر وہ نیچے گرا ۔ مگر وہ بلا کا طاقتور اور پھرتیلا تھا ۔

وہ فوراً سنبھل کر اٹھا ۔ اور عمران کی کنپٹی پر ایک مُکا مارا ۔ وار اچھا پڑا ۔ دوسرے لمحے اس کی گردن پر عمران لیفٹ چیپ لگا چکا تھا ۔

چیخ کی سی آواز پیدا ہوئی ۔

نوجوان کی گردن ٹوٹ چکی تھی ۔ وہ ایک دلدوز چیخ کے ساتھ نیچے گرا ۔ کچھ دیر تڑپا اور مر گیا ۔ عمران اس کی

طرف دیکھتے ہوئے اپنی سانسوں کو اعتدال پر لانے لگا۔

ادھر سر رحمان نے ہال پر نگاہ ڈالی۔ وہاں کوئی بھی نہ تھا۔ صرف فوج کے نوجوان کھڑے تھے۔

وہ متعجب تھے۔ تو یہاں اجلاس نہ ہوگا۔ سب سائنسدان کہاں چلے گئے۔ آخر یہ کیا چکر ہے۔ ان کی سمجھ میں کچھ نہ آرہا تھا۔ ایک طرف سے انہیں اطمینان ہوگیا تھا کہ دوسرے ملک کی سیکرٹ سروس کو عمران نے بھیانک ہزیمت سے دوچار کر دیا تھا۔ یہ بات ان کے لئے تسلی بخش تھی۔

ابھی وہ شش و پنج کی حالت میں کھڑے تھے کہ فوجی اندر آیا۔ اس نے ادب سے کہا۔

"چلیئے صاحب!۔ آپ کو اجلاس میں لے چلوں!۔"

"تو اجلاس کسی اور کمرے میں ہو رہا ہے!۔"

"جی سر!۔" اس نے احترام سے کہا۔

اور پھر وہ انہیں ساتھ لے کر دوسرے کمرے میں چلا آیا۔ وہاں سب لوگ موجود تھے۔ سر سلطان بھی وہاں موجود تھے۔ اور وہ سر سلطان کو دیکھ کر مسکرانے لگے۔ سر سلطان تلخی سے مسکرائے تو ان لوگوں نے انہیں اندھیرے میں رکھا ہوا تھا۔ اس وقت وہ کچھ نہ بولے۔ وہاں ملک کے مشہور سائنسدان حاتم علی براجمان تھے۔ انہوں نے اٹھ کر تقریر کی۔

ان کی تقریر کے بعد غیر ملکیوں سے معاہدہ کر لیا گیا۔
ان کا اجلاس کامیاب ہو گیا تھا ۔۔۔ اب انہیں کسی قسم کا فکر
نہ رہا تھا ۔ غیر ملکی دشمنوں کا مشن ناکام ہو گیا تھا ۔ اب وہ اس
پوزیشن میں ہو گئے تھے کہ ایٹم بم بنا سکیں ۔ اس بات نے انہیں
انہیں سکون بخش دیا تھا ۔۔۔



سر رحمان پریشان مضطرب اور کچھ خاموش خاموش سے تھے ۔ انہوں نے چبھتے ہوئے لہجے میں سر سلطان سے کہا۔
"تم تو بیمار تھے ۔۔۔"
"میں بیمار نہیں تھا ۔۔۔" وہ مسکرا کر بولے ۔۔۔
"تو اس کا مطلب ہے مجھے اندھیرے میں رکھا گیا ۔" سر رحمان غصے سے بولے ۔۔۔
"اتنا وقت ہی نہیں تھا ۔ تمہارے بیٹے عمران نے آج بہترین کارنامہ سرانجام دیا ہے ۔ اس مشن میں کامیابی اس کے سر ہے ۔۔۔"

پھر انہوں نے کہا ۔

" فیاض کی اصلیت کا اس نے پتہ چلایا ۔ اور خود بھی میک اپ کر کے ساؤل کراسٹ کے بھیس میں آ گیا ۔ اور ان لوگوں کو شکست فاش دی ۔ اگر عمران اتنی ہمت نہ کرتا تو ہم کبھی بھی اپنے مشن میں کامیاب نہ ہو سکتے تھے ۔

" میرے سامنے اس نالائق کی اتنی تعریف مت کرو سر سلطان ۔"

" وہ تعریف کے قابل ہے ۔" سر سلطان مسکرا کر بولے ۔ " اس نے دوہری شخصیت سے کام لے کر یہ کارنامہ سرانجام دیا ہے ۔ وہاں سیکرٹ سروس کے ممبر موجود تھے ۔ سائنسدان کوئی بھی نہ تھا ۔ اور ان سب کا سربراہ ساؤل کراسٹ تھا ۔

" وہ جو ہا جسے لوگ دنیا کی سیکرٹ سروس کا فراڈ کہتے ہیں ۔"

" وہی تھا ۔ جسے عمران نے ختم کیا اور اس کی جگہ لے لی ۔ عمران خفیہ طریقے پر ان کی مرمت کرتا رہا ۔ اور اس نے وہ فائیل بھی حاصل کر لی ۔ جسے سائمن لئے پھر رہا تھا ۔ اور جو وزارت خارجہ کے آفس سے چرائی گئی تھی ۔ معاہدے کے کاغذات بھی اس نے حاصل کر لئے تھے ۔

سائمن کراسٹ کے لئے کام کر رہا تھا ۔ اس نے تلاش کر کے فائیل اسے دیدی تھی ۔ ان کا ایک آدمی اختر ہماری قید میں تھا ۔ ہم نے اس پر تھرڈ ڈگری استعمال کی ۔ اور اس نے ہمیں سب

کچھ بتا دیا تھا — عمران کو انہوں نے اغوا کیا تھا - مگر عمران ان سے زیادہ چالاک نکلا — اپنے میک اپ میں اس نے صدیقی کو ان کی قید میں چھوڑا — اور خود نکل بھاگا —

سارس کے میک اپ میں عمران تھا — پھر وہ ساؤل کراسٹ کو ختم کرنے کے بعد اس کے میک اپ میں آ گیا — اور اس کے نتیجے میں دشمنوں کو شکست کا منہ دیکھنا پڑا — ہماری سیکرٹ سروس نے انہیں اتنی بھیانک سزا دی ہے کہ وہ اسے ہمیشہ یاد رکھیں گے —

ہمیں چونکہ سب کچھ معلوم تھا - اس لئے ہم نے سائنسدانوں کو دوسرے کمرے میں منتقل کر دیا تھا - ہم جانتے تھے وہاں ہنگامہ ہو گا —

سو ہنگامہ ہوا اور ہم کامیاب ہو گئے - میں نے جان بوجھ کر اپنے نمائندے کو وہاں بھیجا تھا — اگر وہاں کے حالات ٹھیک ہوتے تو میں خود وہاں جاتا -

تمہیں اندھیرے میں رکھ کر اس لئے وہاں بھیجا گیا تھا - کہ تم اپنے بیٹے کی کارگذاری اپنی آنکھوں سے دیکھ سکو — "

" تم نے پھر اس نالائق کا نام لیا — "

" وہ نالائق نہیں ہماری سیکرٹ سروس کا ایک زندہ دل، بہادر اور قابل کارکن ہے — "

"تم عمران کو بہت بڑھا چڑھا کر پیش کر رہے ہو!" سر رحمان نے ناگواری سے کہا۔

"تم نے اسے گھر سے نکال کر غلطی کی ہے سر رحمان!۔۔۔ وہ ہماری قوم کے لئے روشنی کا مینار ہے۔ تم اس کے لئے اپنے دل سے نفرت کا پردہ ہٹا دو۔۔۔ لائق بیٹے مشکل سے ملتے ہیں۔ لوگ ترستے ہیں ایسی اولاد کو تم خوش نصیب ہو جو ایسا بیٹا ملا ہے۔۔۔"

"وہ بے وقوف، اور احمق ہے!" سر رحمان نے کہا۔

"اب وہی بے وقوف اور احمق!۔۔۔" سر سلطان نے کہا۔ "دشمنوں کے اڈوں پر چھاپہ مارے گا۔ اور انہیں کلی طور پر تباہ کرکے رکھ دے گا!۔۔۔"

"تم نے تو عمران کو دیوتا بنا دیا!۔۔۔ اس گدھے کو تم اتنی اونچی اڑان دے رہے ہو!۔۔۔"

"خیر سے وہ گدھا آپ کا بیٹا ہے!" سر سلطان معنی خیز انداز میں مسکرائے۔۔۔"

"وہ احمق ہے اور احمق ہی رہے گا!" وہ غصے میں بھر کر اٹھے۔ اور اسے گھور کر باہر نکل گئے۔

اور وہ کار میں بیٹھ کر وہاں سے چل دیئے۔ سر سلطان کے ہونٹوں پر کامیاب تبسم لہرا رہا تھا۔۔۔

عمران کی قیادت میں عرفان کی فیکٹری کو
گھیرے میں لے لیا گیا — اور پھر وہ تہہ خانے میں آ گئے۔ انہوں
نے مشینوں پر قبضہ کر لیا — جو خفیہ طور پر اسلحہ تیار کر کے وہاں
تخریبی عناصر کو سپلائی کرتی تھیں! — عرفان اور اس کے
ساتھیوں نے مزاحم ہونے کی کوشش کی۔ مگر انہیں گولی مار کر ہلاک
کر دیا گیا —

اب ان کے اہم پلان میں کوئی رکاوٹ نہ رہ گئی تھی
وہ لوگ کامیابی سے ہمکنار ہو کر دانش منزل آ گئے! —
اسی لمحے ٹرانسمیٹر کا سرخ بٹن سپارک کرنے لگا۔ ایکسٹو
غرایا —

"بہت خوب تو مشن کامیاب ہو گیا — عمران تم نے بہت
عمدہ کام کیا ہے۔ جس طرح دوسرے ممالک نے سائوں کر
کی خدمات حاصل کی تھیں — وہ ہمارے لئے خطرناک ہ
تم نے اسے تباہ کر دیا —
کیپٹن فیاض اب اپنی بیگم کے پاس پہنچ چکے ہیں! — انہیں
اپنے اغوا ہونے کا بہت صدمہ ہے! —
عمران! — غیر ملکی کے میک اپ میں تو تم نے کمال کر دیا تھا۔ تم
تعریف کے قابل ہو —"
ایکسٹو کی آواز دم توڑ گئی — اور عمران احمقوں کی طرح

جولیا کی طرف دیکھنے لگا۔ وہاں سب ہی ممبر موجود تھے۔ روشی شوخی سے بولی

"کچھ نہیں ٹیں ٹیں کرو طوطے کیا سانپ سونگھ گیا ہے۔ جولیا کو میٹھی میٹھی باتیں سناؤ میاں مٹھو۔ جولیا تمہاری میٹھی میٹھی باتیں سننے کے لئے تیار ہے۔"

عمران جیسے خوابوں کی دنیا سے چونکا۔ وہ ایکدم چلّایا۔

"ہم شادی کریں گے! ہم شادی کریں گے!" یہ کہہ کر وہ جولیا کی طرف لپکا

مگر جولیا اس کے قریب پہنچنے سے پہلے ہی کمرے سے نکل گئی۔ اور سب مسکرا کر رہ گئے۔

ختم شد

محمد صادق کاتب